

الحرام\_ربعج الاوّل ١٣٢٧ه ه جولائي سِتمبر٢٠٢٥ء

ڈاکٹرمحدر فیع الدین \_ ڈاکٹراکسرالحمر ﷺ ميرسئول: ڈاکٹرعارف رشيد

مجلسادارت:

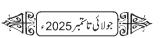
حافظ عاكف معيد \_ حافظ عاطف وحيد يروفيسرمحديونس جنجوعه\_مؤمن محمود بروفيسرحافظ قاسم رضوان

36 كئادل ناون لا مور فن 3-35869501

ويب مائث: www.tanzeem.org ای میل: publications@tanzeem.org سالان زرتعاون: 500 روي، في شاره: 125 روي

# اِسشمارےمیں

		حرفِاوّل
3	ڈ اکٹر ابصاراحمہ	Struggle for the Soul of Islam
		تذكّروتدبّر
9	ابوجعفراحمه بن ابراہیم الغرناطی	مِلاكُ التأويل <sup>(١٨)</sup>
		فهم القرآن
21	پروفیسرحا فظاحمہ یارؓ	ترجمهُ قرآن مجيد،مع صر في ونحوى تشريح
		فكرونظر
35	ڈا کٹرمحمد رشیدار شد	جدیداخلاقی بحران کی فکری بنیادیں <sup>(۲)</sup>
		تعليم وتعلم
45	مؤمن محمود	مباحثِ عقيده (۲۳)
		فكر و فلسفه
59	سعيدعبداللطيف فوده/مكرممحمود	مبادئ علم کلام (۲)
		اسلام اورسائنس
66	ڈا <i>کٹر محد</i> رفیع الدین	سائنسی علوم کی ایک مثالی اسلامی یو نیورشی کی ضرورت <sup>(۸)</sup>
		مشاهدات وتاثرات
73	محرعثان عباس	رجوع الى القرآن كورس: نا قابلِ فراموش ياديں
		اخبارانجمن
77	مرتضني احمداعوان	۞ رجوع الى القرآن كورسز ٢٠٢٥ ء كى اختتا مى تقريب
80	اداره	🐵 شعبه جات کی کارکردگی کامختصر جائز ہ
		بازگشت
83	محمرشا ہد حنیف	مجلّه ' حکمتِ قرآن' لا ہور کے تینتالیس سال
		بيانُ القرآن
96	Dr. Israr Ahmad	MESSAGE OF THE QURAN







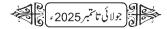
# Struggle for the Soul of Islam

# ڈاکٹرابصاراحمہ

متعدد سینٹلائے چینلز' انٹرنیٹ اور یوٹیوب پر اسلام اور عصری دنیا کے سیاسی و تہذیبی و ثقافتی پس منظر میں مسلمانوں کے افکار اور تحریکی گروپس کے حوالے سے اس قدر مواد موجود ہے کہ اس کا اعاطم شکل ہوجا تا ہے۔ راقم کو اس تحریر کے سرعنوان کے لیے انگریزی کی بیعبارت اس قدر فکر انگیز لگی کہ اس کو جوں کا توں دینا مناسب خیال کیا۔ کرنٹ افیئرز پر لکھنے والے ایک معروف سکالر اور عالمی شہرت کے حامل طارق عثمان نے انٹرنیٹ پر موجود اپنی ایک مبسوط تجزیاتی تحریر کا عنوان اس کو بنایا ہے۔ طارق عثمان نے اپنی کتابوں اور لیکچرز میں سلطنتِ عثمانیہ اور اس کے خاتمے سے عصرِ حاضر تک عالمی سطح پر سیاسی اسلام کے لیے فعال معتدل اور متشد د دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر میں ISIS اور داعش شامل ہیں۔ تاریخی پس منظر کے بیان میں انہوں نے استعار اور اس کے اثر ات کا ذکر بھی کہا ہے۔ اُمّت کے علمائے حقّہ کے خیال میں ہر ذی عقل شخص مغربی تہذیب کی تا ثیر و تنجیر اور تو ت وسعت سے واقف ہے۔ اُمّت کے علمائے حقّہ کے خیال میں ہر ذی عقل شخص مغربی تہذیب کی تا ثیر و تنجیر اور تو ت وسعت سے واقف ہے۔ اُمّت کے علمائے حقّہ کے خیال میں ہر ذی عقل شخص مغربی تہذیب کی تا ثیر و تنجیر اور تو ت وسعت سے واقف ہے۔ اُمّت کے علمائے دوئم ہوگیا ہے۔ اس صور تِ حال کا مداوا تھتی اسلام کی روح اور اسپر ٹ کی تازیافت ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔

مدیراعلی''البرہان' ڈاکٹرمحمدامین نے زیر نظر موضوع پر''مسلم نشا قو ثانیہ — عروج اُمّتِ مُسلمہ''کے عنوان سے ۳۸۲ صفحات پرمشمل ایک مفصل کتاب تصنیف کی ہے۔ ڈاکٹرمحمدامین سرتا پاایک صاحب در دوجذبۂ اسلامی ایمانیات اور تہذیب و تدن کے پر چارک ہیں۔ راقم آثم اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع کی شرح و بسط میں انتہائی محنت کی ہے لیکن میرااحساس ہے کہ مسلمانوں کے عروج و زوال کے تصورات کے ضمن میں انہوں نے وہی موقف اپنایا ہے جو تجدّ دیند (modernist) مسلم مفکرین کا ہے' یعنی وہ جو یقیناً رائخ العقیدہ (orthodox) ہیں اور متجد دین ایک ہی جج پر نظر آتے ہیں۔ چنا نچوان کے قلم سے یہ جملہ بھی صادر ہوا ہے:''کسی قوم کا نظریہ حیات غلط ہولیکن وہ اس سے محکم طور پر وابستہ ہوکر ترقی و عروج کے معروضی اصولوں پر عمل کر رہی ہوتو وہ بھی حتما ترقی و عروج سے ہمکنار ہوگی۔''(ا) قبل ازیں ڈاکٹر صاحب دنیا میں ترقی اور اسباب دنیا کی وافر فراہمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے طے کر دہ پچھ معروضی اصول بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: اسباب دنیا کی وافر فراہمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے طے کر دہ پچھ معروضی اصول بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: اسباب دنیا کی وافر فراہمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے طے کر دہ پچھ معروضی اصول بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: اسباب دنیا کی وافر فراہمی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہم خیال اور پشت پناہ ہو) جب اسلامی احکام پرعمل

(۱) عروج أمّتِمُسلمهُ ص ۴۰۰







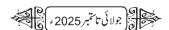
کرتا ہے تو ترقی کے ان معروضی اصولوں پرخود بخو دعمل ہوجا تا ہے اور وہ دنیا میں ترقی کرنے لگتا ہے۔اس طرح ایک کا فرجو بنیا دی طور پراللہ کے احکام کی اطاعت نہیں کرتا' وہ بھی اگر ترقی کے ان معروضی اصولوں پرعمل کرے تو وہ دنیا میں ترقی کرسکتا ہے' بشرطیکہ معاشرہ اس کی مزاحمت نہ کرے۔' '(۲)

قرآن وسُنت کے مطابعے سے انہیں دنیا میں تی کے جواصول معلوم ہوئے ہیں 'وہ یہ ہیں: کی نظریہ حیات سے محکم وابسگی، تعلیم و تربیت 'محن 'تنظیم و منصوبہ ہندی اور مستقل مزاجی۔ دوسری جانب مغربی دنیا کے کا میاب سیولرلوگوں نے اس لسٹ میں اضافہ کرتے ہوئے وقت کی پابندی 'مسلسل سیمنا' خود اعتادی' تعلقات کی تعمیر' اہداف کا تعین' کچک داررویۃ وغیرہ کا اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر امین صاحب نے عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے کہ ان کا اسلوب نہ فلسفیانہ ہے اور نہ ادیا ہا ہم سادہ ہے اور اسے ہی وہ افہام وتفہیم کے لیے موز وس سیمحتے فرمایا ہے کہ ان کا اسلوب نہ فلسفیانہ ہے اور نہ ادیا ہیا ہم عبار توں کوئی گئی بار پڑھ کر ان کے موقف ہیں۔ راقم نے ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے بالاستیعا ہم مطالعہ اور پچھاہم عبار توں کوئی گئی بار پڑھ کر ان کے موقف کو شخصے اور تجربے کہ وقت کی وہ تفسیر و تعبیر جو صحابہ و تا بعین سے چلے آتے کو شخصے اور قربے کی کوشش کی توان کی پوزیشن اور قرآن و سیمتے کی وہ تفسیر و تعبیر جو صحابہ و تا بعین سے چلے آتے کو نشنز اور فریمز کے اندررہ کر ہوتی ہے میں فرق محسوس ہوا قرآنی نص کے مطابق مسلمانوں کو جب ہمگن اور ترفع میا میں ہوتا ہے تو اور ایمن کی اور زکو ق کا نظام قائم کی حیات کے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں:

﴿ٱلَّذِينَى إِنْ مَّكَّنَّهُمُهُ فِي الْاَرْضِ ٱقَامُوا الصَّلُوةَ وَاتَوُا الزَّكُوةَ وَٱمَرُوَا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوَا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَيلٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ۞ ﴾ (الحج)

'' وہ لوگ کہ اگرانہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکو ۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا تھم دیں گے اور برائی ہے روکیں گے۔اور تمام امور کا انجام تو اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔''

گویا کلام اللہ کا پورا فوکس ایمانی 'روحانی اور اخلاقی از دیاد اور روحانی رفع درجات پر ہے نہ کہ مادی اور دنیاوی شان وشوکت اور تعم کی زندگی۔ چنانچہ بیعروج وزوال کا بالکل مختلف perspective ہے 'اور اس کوکسی دنیاوی شان وشوکت اور تعم کی زندگی۔ چنانچہ بیعروج وزوال کا بالکل مختلف perspective ہے المقابل نہیں لا یا طور پر بھی نواستعاری جدیدیت (modernity) کے پروردہ تصوّراتِ ترقی و رفعت کے بالمقابل نہیں لا یا جاسکتا۔ تعمیر و تزئین دنیا اور بے دینی یعنی سیولرازم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جدید دنیا کوایک جامع تعریف میں سسیٹنادشوار کام ہے' لیکن جن مراحل اور مظاہر میں اس کی تعمیر ہوئی ہے ان کی خصوصیات بہر حال بتائی جاسکتی ہیں۔ معروف امریکی ماہرِ عمرانیات Peter Berger ( ۱۹۲۹-۱۰۷ء) نے خاص حوالے سے جدیدیت کی تعریف یوں کی ہے:' شیکنالوجی کے ماتحت ترقی کے لیے ادارہ جاتی اور ثقافتی گھ جوڑ جدیدیت کہلاتی ہے۔ ادارہ جاتی سطح پر جدیدیت کے مظاہر جدیدی نظام ِ تعلیم سان کی جدیدیت کی قائم رکھنے کا کام کرتے ہیں۔ دوسری جانب ثقافتی سطح پر جدیدیت کے مظاہر اعلیٰ نظام ِ تعلیم سان کی جدیدیت کو قائم رکھنے کا کام کرتے ہیں۔ دوسری جانب ثقافتی سطح پر جدیدیت کے مظاہر اعلیٰ نظام ِ تعلیم سان کی جدیدیت کو قائم رکھنے کا کام کرتے ہیں۔ دوسری جانب ثقافتی سطح پر جدیدیت کے مظاہر اعلیٰ نظام ِ تعلیم سان کی جدیدیت کو قائم رکھنے کا کام کرتے ہیں۔ دوسری جانب ثقافتی سطح پر جدیدیت کے مظاہر







<sup>(</sup>۲) ایضاً 'صفحہ ۳۷

میں نرگسیت کی حد تک بڑھی ہوئی انفرادیت پسندی'عملی نوعیت کی سرگرمیوں کوتر جیج دینا' مذہبی روایت سے انحراف اورنفرت شامل ہیں۔''

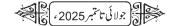
قبل ازیں راقم نے ڈاکٹر محمد امین صاحب کورائ العقیدہ لکھا ہے گئیں دقت نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ایک درج میں عصری جدیدیت سے متاثر '' فکر اسلامی'' کے ٹریپ سے نج نہیں پائے ہیں۔ چنا نچہ وہ معذرت خواہانہ فکر اسلامی جو برصغیر پاک و ہند پر انگریزوں کے تسلّط کے دور میں سرسید احمد خال اور ان کے ہم خیال ساتھیوں کے افکار کے تحت اس خطے میں پھیلاتھا' اس کے پچھ پہلوؤں سے وہ بھی متاثر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جس طرح عروج وزوال کے thesis کوجدولوں کی شکل میں پیش کیا ہے' ان میں علمی اعتبار سے خاصا کھو کھلا بن اور بودا بن نظر آتا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی مسلّمہ امر ہے کہ ساجیات میں استقر الی تعیم کے ذریعے کی تصدیقات (نیامکان کا عنصر ہوتا ہے۔

اسباب زوال واِدبار میں صحیح نظریہ حیات سے عدم وابستگی بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سبب کوئی سادہ اور اچا نک معرضِ وجود میں آنے والا وصف نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں دو تین صدیوں کے دوران مسلمانوں کے عقا کد اور اخلاق واحوال میں جوزوال وانحطاط آیا اور غیر مسلم استعاری طاقتوں نے جوکر دارا داکیا' اس کا شعور انتہائی ضروری ہے۔ المیہ یہ ہے کہ وطن عزیز میں آزادی کے طویل عرصے بعد بھی انگریزوں کے دیے گئے نظامِ تعلیم کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا جس کے نتیج میں استعاری فکر و تدن کے ارتسامات ہماری موجودہ نسلوں میں بہت گہرے ہوئے میں جند دوسرے دانشوروں کے ساتھ پر وفیسر میں بہت گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ پوسٹ کولونیل مطالعات میں چند دوسرے دانشوروں کے ساتھ پر وفیسر ناصرعباس نیر کی نگارشات اور تجزید بھی بہت گہرے اور چشم کشاہیں' جو اس بات کا نقاضا کرتے ہیں کہ نہمیں اپنی ناصرعباس نیر کی نگارشات اور تجزید بھی بہت گہرے اور چشم کشاہیں' جو اس بات کا نقاضا کرتے ہیں کہ نہمیں اپنی

سائنس اور ٹیکنالو جی میں تخلف اور پچھڑا پن جس کی بات عموماً کی جاتی ہے میں بھی صرف جدیدیت گزیدہ اور مادی قوت ہی کوسب پچھ ماننے والوں کے لیے مسئلہ ہے اور وہ اسے اہلِ مذہب کی پس ماندگی کی اہم ترین وجہ قرار دیتے ہیں۔اس کے علاج کے طور پر سائنس وٹیکنالو جی میں تعلیم و تحقیق اور قرآن کے الفاظ میں 'دسخیر کا ئنات' کاعمل اور جستجو ہے۔ان کے خیال میں نت نئی ایجا دات اور انکشافات کسی بھی قوم کی معاثی حالت مضبوط اور حربی قوت میں اضافہ کر کے اسے عالمی سیادت پر فائز کر دیتی ہیں۔قرآن کریم کی متعدد آیات میں سے ایک آیت جس میں یہ الفاظ آئے ہیں وہ یہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمْوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ بَهِيْعًا مِّنْهُ ۖ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيْتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۞﴾(الجاثية)

''اورآ سانوں اور زمین میں جو کچھ ہے'اس سب کو اُس نے اپنی طرف سے تمہارے کا م میں لگار کھا ہے۔



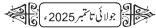




# یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جوغور وفکر سے کام لیں۔''

علمائے تفسیر تصریح کرتے ہیں کہ اس آیت میں سمخی خبر ہے انشاء نہیں ہے ۔ یعنی بیاللہ کے تکوینی امر میں سے ہے کہ اُس نے آ سانوں اور زمین کوانسانوں کے لیے مفیداور تالع (subservient) بنادیا ہے۔ان میں تحقیق ومطالعے کا اصل ہدف خالقِ کا ئنات کی معرفت و پہچان ہونی چاہیے نہ کہ توت کا حصول اور تاخت و تاراج کی صلاحیت ۔الغرض بیتکوین الہی کا بیان ہے تشریع نہیں ہے۔منہا جیات کے موضوع پر گزشتہ نصف صدی کے دوران متعدد مغربی مفکّرین کے جواہم مقالات شائع ہوئے ہیں'ان میں گزشتہ صدی ہے رائج وحدانی اور لاقدری (value-free or positivist) سائنٹیفک منہاج شدید تنقید کا نشانہ بنا ہے۔ان مفکّرین میں یال فیئر آبینڈ' اوین ہائم' شوڈنگز اور فرتھ جوف کے نام سرفہرست ہیں ۔مغر بی مما لک کا نام نہادعروج جس کا ڈھنڈورا ہمارے ہاں کے اسلام پند طقے بھی یٹتے ہیں' بڑے پیانے پر سفاک کے ساتھ قبل عام (genocide)' غلاموں کی تجارت اورنوآ بادیاتی تسلّط کے ذریعے ہوا۔ ان کے اپنے انصاف پیند دانش وروں نے استعار کے مظالم اور لوٹ مار کے دستاویزی ثبوت نہ صرف فراہم کیے ہیں بلکہ ان موضوعات پرشرح وبسط سے ککھا ہے کہ س طرح سائنس' ٹیکنالو جی اورفلسفۂ مادیت پر بنی جدیدیت نے انسانیت کواخلاقی زوال اورپستی میں دھکیل دیا۔ چنانچیسا جی علوم پر گہری دسترس رکھنے والے متعدد دانشوروں میں معروف لا طینی امریکن میگ نیلونے The Darker Side of Western Modernity کے عنوان سے بہت چشم کشا کتاب تصنیف کی۔اسی طرح ایک اور نقاّ دِ تہذیب حاضر سنٹیفن ٹولمن نے Cosmopolis: The Hidden Agenda of Modernity کے عنوان سے مفصل کتاب شائع کی اوراہے بھی دوسری کتابوں کے ساتھ علمی حلقوں میں خوب پزیرائی حاصل ہوئی۔ٹیکنالوجی اورانڈسٹرائیلائزیشن کے جومفراورمنفی اثرات ماحولیات (ecology)اورموسمیاتی تبدیلی کےحوالے سے سامنے آرے ہیں وہ اب بوری انسانیت کے لیے مسلہ بنے ہوئے ہیں۔ کیا اسرائیل اور امریکہ کو (ہرطرح کی) جدیدترین ٹیکنالوجی نے بطورانسان بہترا خلاق سکھائے؟ واقعہ بیہے کہٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی نے انہیں گلوبل سطح یرسفا کیت اور بربریت کے لیے تیار کیا' جس کوہم مسلمان مسلسل یو نے دوسال سےغز ہ پرحملوں اور بمباری کی شکل میں دیکھورہے ہیں جس میں اب تک ستر ہزار کے لگ بھگ انسان ختم ہوئے ہیں ۔ گزشتہ ماہ ایران پرحملہ بھی كياكسي اخلاقي بنياد يرجواز ركھتاتھا؟

وحی کے نور سے بے بہرہ اہلِ مغرب جان لیں کہ (تمام سائنسی ٹیکنیکل اور اعلیٰ ترین سیکور تعلیم کے باوجود) ان کے افکار و تہذیب کے شجر ہ خبیثہ کو تو کوئی ثبات نہیں لیکن اسلام اور اہلِ اسلام کی علمی وفکری جڑیں بہت گہری اور شاداب ہیں۔ مذہبی شعورا پنی اصلیت میں ذہن اراد ہے اور طبیعت کی یکجائی اور یکسوئی سے عبارت ہے۔ انسانی شخصیت اور اس کی تشکیل کا قرآنی تصوّر شعور اور ارادے کی مرکزیت پر اصر ارکر تا ہے۔ اس لیے اپنی ماہیت







میں یہ نصوّرا خلاقی ہے۔ یعنی انسان اپنی خدادا دُ معیاری اور مسحّلم حالت میں ایک اخلاقی اور ذ مہ دار مسکول (accountable) وجود ہے۔معرفتِ ربّ اور تعلق مع اللہ ہی دل کو ثبات و جماؤ عطا کرتا ہے۔ظاہر ہے کہ وہ اصولِ اخلاق جن پر انسانی فرد کا سٹر کچر قائم ہے 'محض انسانی عقل (صحیح معنی میں جہلِ خرد ) کے زائیدہ نہیں بلکہ صرف تنزیل ربّانی کی روثنی میں جمیں حتمی طور پر اور قطعیت کے ساتھ ملتے ہیں۔

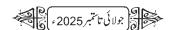
مادّی ترقی اور ٹیکنالوجی کا بھوت ہم مسلمانوں پراتناسوار ہے کہ دینی مزاج رکھنے والی آن لائن بزعم خود علمی و فکری مکالمہ پیش کرنے والی مجلس فکر و دانش نے نئے ہجری سال کے آغاز پر'' ہجرتِ مدینہ کے راہنمااصول: مادی ترقی وٹیکنالوجی'' کے موضوع پرسیمینار و مکالمہ کا اہتمام کوئٹہ کی ایک یونیورٹی میں کیا ہے جو ہمارے پڑھے لکھے حضرات کی دینی فکر کے افلاس کا مظہر ہے:

# ناطقہ سر بگریباں ہے اے کیا کہیے نامہ انگشت بدنداں ہے اے کیا کھیے!

آغازِ نبوت کے بعدرسول اللہ صلی اللہ علی ہے جرت مدینہ اللہ کے علم سے ایک اہم strategic واقعہ تھا۔اس کا اور سے منور کرنے کی سعی کی تھی جس میں ہجرت مدینہ اللہ کے علم سے ایک اہم strategic واقعہ تھا۔اس کا اوّلین ہدف توحید کی روثنی میں نظر یے اور تصور کی در تگی 'حقیقتِ دین کا بیان اور اس کی عملی تنفیذ اور مشرکانہ تصورات کی تطہر تھا۔ مزید برآں 'مسلمانوں کی اجتماعیت کے لیے قرآنی عقائد کی بنیاد پر ایک ٹھوس نمونہ پیش کرنا تھا۔اس میں اولیت عقیدہ وائیمان کی قوت کو اور اس کے بعد اسلامی اخوت کے حت و حدت و ارتباط کو حاصل تھی۔ اس کے برعکس عصرِ حاضر کی جدید یت اور اس سے فریب خور دہ ذہن صرف ایک فکری یا سائنسی ظاہرہ نہیں بلکہ ایک اس کے برعال منفی تہذیبی منصوبہ ہے جو عالمی سطح پر غالب ہے۔ اس نے دنیا کو خصوص خانوں میں بانٹا اور ''آزادی'' اور ''ترتی'' کے نام پر طاقت' علم اور اقدار کی ایک خاص حسی و حیوانی شکل کو پوری انسانیت پر مسلّط کردیا۔ جدید یت مادی ترتی اور زندگی کے لیے آسائشیں تو یقیناً لائی ہے' لیکن ساتھ ہی روحانی و اخلاتی اور ایمانی پستی و زوال بھی لائی ہے۔ اس نے ذہبی اذہان تک کومتا ترکر کے قرآنی آیات سے من چاہے مطالب نکا لئے پر حری کر دیا ہے۔ سورۃ الصّف کی آیات ۱۰ تا ۱۳ میں بالکل واضح انداز میں ''خیر'' اور ' فوزِ عظیم' ' (جوایک بندہ مؤمن کا اصل مطلوب ہونا چاہیے ) کوایک جانب رکھ کر بیا گیا ہے:

﴿ يَا يَتُهَا الَّذِينَ امْنُوْا هَلَ اَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ تُوْمِنُوْنَ بِالله وَرَسُوْلِه وَتُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ الله بِأَمْوَالِكُمْ وَانْفُسِكُمْ وَنُكُمْ فَلِكُمْ وَلَنُ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهُرُ وَمَسْكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّتِ عَدُنٍ وَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ وَانْحُرْى تُعِبُّوْنَهَا وَمُثَلَّ مِّنَ اللهِ وَفَتْحُ قَرِيْبُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ ﴾

'' اے ایمان کے دعوے دارو! کیا میں تہمیں الی تجارت کے بارے میں بتاؤں جوتہمیں دردناک







عذاب سے چھٹکارادلا دے؟ (وہ یہ کہ) تم ایمان لا وَ اللّٰداوراُس کے رسولٌ پراور جہاد کرواللّٰہ کے راتے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ بیتمہارے لیے بہتر ہے اگرتم سجھ رکھتے ہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں داخل کرے گا اُن باغات میں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی اور بہت یا کیزہ مساکن عطاکرے گا رہنے کے باغات میں۔ یہی سب سے بڑی کا میا بی ہے۔''

آخری آیت کا ترجمه مفتی تقی عثانی صاحب نے اس طرح کیاہے:

''اورایک اور چیز تہمیں دےگا جو تہمیں پسند ہے (اوروہ ہے )اللہ کی طرف سے مددُ اورایک الی فتح جو عنقریب حاصل ہوگی ۔اور(اے پیغیر!)ایمان والوں کو(اس بات کی )خوشنجری سنادو۔''

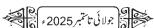
معلوم ہوا کہ فتح و غلبے کوشارع نے ثانوی حیثیت دی ہے اوراسے انسان کی بشری طبیعت کا تقاضا قرار دیا ہے جبکہ عظیم ترین فوز وفلاح اور خیرکُل کا کُل حیاتِ اُخروی سے تعلق رکھتا ہے۔ بقسمتی سے سرسیداحمد خان اوران کے رفقائے کار نے دینی حقائق کے ادراک کے لیے عقل اور سائنس کوجس انتہا تک متصرّف قرار دیا ہے وہ ہمار سے ہاں گمراہ فرقوں کے عقائد کا جزوبن گیا ہے۔ مجزات کا انکار مخربی معاشرت اور آ داب کی تحسین اور بزرگانِ سلف کے اجتہادات کے متعلق شک و بدطنی ان کی تصانیف میں عیاں ہے۔ ڈیٹی مولوی نذیر احمد اور دیگر کا دین دار تارک دنیا عابد وزاہد نہیں بلکہ دنیاوی فہم وفراست (prudence) سے آ راستہ ہے۔ اس کی خدا پرتی اسے دنیا داری سے نہیں روکتی بلکہ ایک کا میاب دنیا دار بناتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے کتب احادیث صحیحہ میں وارد کتاب الرقاق میں وارد ابواب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ، باب البکاء و الحوف، کتاب الحرص و الامل وغیرہ میں دی گئی احادیث سے بالکل اعتنا نہیں کیا۔

مرکزی انجمن خُدّام القرآن کے زیر انظام قرآن اکیڈی اور جامعہ کلیۃ القرآن (قبل ازیں: قرآن کالج)

کم وہیش نصف صدی سے قرآن وسُنّت اور دین علوم کی تدریس و تعلیم کاام بتما م کررہے ہیں۔ یہ دونوں ایک طرح سے انجمن کے پر یمیئر تحقیقی ادارے اور فکر گاہیں ہیں۔ پاکستان کے موجودہ نہ ہی منظرنا ہے کودیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ تھوں اور مثبت علمی مزاج اور علمی رو یوں کی شان دار روایات نہ صرف یہ کہ عملاً نظر انداز ہیں بلکہ اب یہ ہمارے معاشروں کے لیے ناما نوس اور اجہبی محسوس ہوتی ہیں۔ فکر و خیال میں تنوع اور نام نہادار تقا اور اساسیات و مین سے انحراف کے درمیان فرق کاشعور باقی نہیں رہاہے۔ دینی اداروں اور مدارس عربیہ سے ہیں یوں رسالے اور مختی نظمتے ہیں لیکن ان میں قدیم کتابوں کے حوالے (بغیر وضاحت اور شقیح کے ) اور پرانے مضامین کی تکرار کے مختی نظمتے ہیں لیکن ان میں قدیم کتابوں کے حوالے (بغیر وضاحت اور شقیح کے ) اور پرانے مضامین کی تکرار کے سا جیاتی علوم استعار اور نواستعار کے ہارے دینی افکار پراٹرات 'یولبرل فکری و تہذیبی جدیدیت اور تحقیقی منا بی میں رسوخ علمی کا اکتباب کیا ہے اور ان کے محاضرات تحریری شکل میں آگر 'د حکمتِ قرآن' کے علمی و قار و وقعت میں رسوخ علمی کا اکتباب کیا ہے اور ان کے محاضرات تحریری شکل میں آگر 'د حکمتِ قرآن' کے علمی و قار و وقعت میں اضافہ کررہے ہیں۔

(باقی صفحہ 20 پر)

8





# مِلاك التأويل (")

تالیف: ابوجعفراحمد بن ابراہیم بن الزبیرالغرناطی تلخیص وتر جمانی: ڈاکٹرصہیب بن عبدالغفار حسن

# سُورةُ الْمُؤْمِنُون

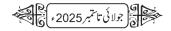
### (۲۳۲) آیت ا

﴿قُلُ ٱفۡلَحَ الْمُؤۡمِنُونَ۞ الَّذِينَ هُمۡ فِى صَلَاتِهِمۡ لٰحَشِعُونَ۞ وَالَّذِينَ هُمۡ عَنِ اللَّغُو مُعۡرِضُونَ۞ وَالَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكُوةِ فَعِلُونَ۞ وَالَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ لِخَفُونَ۞ إِلَّا عَلَى ٱزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُومِیۡنَ۞ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ لٰلِكَ فَاُولَئِكَ هُمُ الْعُدُونَ۞ وَالَّذِینَ هُمۡ لِامْنَتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ لُعُونَ۞ وَالَّذِینَ هُمۡ عَلَی صَلَوتِهِمۡ یُعَافِظُونَ۞ اُولَئِكَ هُمُ الْوَرِثُونَ۞ الَّذِینَ یَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمۡ فِیۡهَا لٰحِلِدُونَ۞﴾

'' بے شک ایمان والے کا میاب رہے جو کہ اپنی نماز وں میں خشوع اختیار کرتے ہیں' اور وہ جو تمام لغویات سے پر ہیز کرتے ہیں' اور وہ جو زکو ق کے اداکر نے والے ہیں' اور وہ جو اپنی شرمگا ہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں' ماسوائے اپنی ہیویوں کے اور (ان باندیوں کے) جن کی وہ ملکیت رکھتے ہیں تو ان پر کوئی ملامت نہیں ۔ پس جو اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرتے تو ایسے لوگ حدسے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں' اور وہ لوگ جو اپنی نماز وں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہو اپنی ہمانتہ رہیں گے۔''

# اب ان آیات کا تقابل سورة المعارج کی آیات سے کیا جائے:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۞ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا۞ وَّإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا۞ إلَّا الْمُصَلِّيْنَ۞ الَّذِينَ فَي آمُوالِهِمْ حَقَّ مَّعُلُومٌ۞ لِلسَّائِلِ الْمُصَلِّيْنَ۞ الَّذِينَ فَي آمُوالِهِمْ حَقَّ مَّعُلُومٌ۞ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۞ وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَنَابِ رَبِهِمْ مُّشُفِقُونَ۞ وَالَّذِينَ هُمْ فِي وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَنَابِ رَبِهِمْ مُّشُفِقُونَ۞ إلَّا عَلَى اَزُواجِهِمْ اَوْ مَا إِنَّ عَنَابَ رَبِهِمْ مُعْيُرُ مَامُونٍ۞ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ خَفِظُونَ۞ إلَّا عَلَى اَزُواجِهِمْ اَوْ مَا مَلَى اَنُواجِهِمْ الْوَيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ خَفِظُونَ۞ إلَّا عَلَى اَزُواجِهِمْ اَوْ مَا مَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ وَاللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ وَاللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهِ اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ اللهِ اللهِ عَلَى اللهِ اللهِ اللهِ عَلَى اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِي عَلَى اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ ا







'' بے شک انسان پیدا کیا گیا ہے تھڑولا' کہ جب اسے مصیبت آتی ہے تو گھراجا تا ہے' اور جب خیر ہاتھ آتا ہے تو اسے روک کے رکھتا ہے۔ سوائے نمازیوں کے' جو با قاعد گی سے نماز اداکرتے ہیں' اور جن کے مال میں ایک جانا پیچانا حق ہے' ان کے لیے جو سوال کرتے ہیں اور ان کے لیے بھی جو سوال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور جولوگ آپنے رب کی طرف ہے آنے والے ہیں۔ اور جولوگ آپنے رب کی طرف ہے آنے والے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب ایسانہیں ہے کہ اس سے بےخوف رہاجائے۔ اور جولوگ اپنی شرمگا ہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے اپنی ہیویوں کے اور (ان باندیوں کے) جوان کی ملکست میں ہیں تو ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جولوگ اس راہ سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ حد پار کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جواپئی گواہیوں پر قائم میں اور ہے ہیں' اور وہ لوگ جواپئی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں' اور وہ لوگ جواپئی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں' اور وہ لوگ جواپئی گمازی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت واکرام پانمیں گے۔''

- (۱) دونوں سورتوں میں مؤمن کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ چارصفات تو دونوں مجموعۂ آیات میں پائی جاتی ہیں اور وہ ہیں: شرمگاہ کی حفاظت' امانت کی یاسداری' عہد کا پورا کرنااور نماز کی حفاظت کرنا۔
- (۲) چند صفات صرف سورة المؤمنون میں بیان ہوئی ہیں اوروہ یہ ہیں: نماز میں خشوع کا اختیار کرنا' لغویات سے یر ہیز کرنا' زکوۃ کا ادا کرنا۔ بیدوہ تین صفات ہیں جوسورۃ المعارج میں بیان نہیں ہوئیں۔
- رس) اور پھروہ صفات جوصرف سورۃ المعارج میں بیان ہوئی ہیں' جیسے نماز کی ہمیشہ پابندی کرنا' حق داروں کو اپنے مال میں سے دینا'اور وہ ہیں سوال کے لیے ہاتھ پھیلانے والے اور وہ جو ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ جزاءو سن الرک کا دوروہ جو کا تھا۔ اس سے ڈیو کا دوروہ جو ہاتھ نہیں کھیلاتے۔ جزاءو

ا پنے مال میں سے دینا 'اوروہ ہیں سوال کے لیے ہاتھ پھیلانے والے اور وہ جو ہاتھ ہمیں پھیلاتے۔ جزاء و سزاکے دن کی تصدیق کرنا' ربّ کے عذاب سے ڈرتے رہنااور پیرکداس سے بے خوف نہ ہونا' اور گواہی کااوا کرنا۔ بیروہ پانچ صفات ہیں جوسورۃ المؤمنون میں بیان نہیں ہوئیں۔ تو پھراس کا سبب کیاہے؟ سملہ سوال کا حدالہ تعدید میں کثر مرگاہ کی جفاظ ہے کہ نالان اپنچ میڈادی ہے نا ہوں میں سے میرجن پرتمام

پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ شرم گاہ کی حفاظت کرنا ان پانچ بنیادی صفات میں سے ہے جن پرتمام شریعتوں کا انفاق ہے کوئی عقل مند شخص اس سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ اور وہ پانچ اصول یہ ہیں: نفس کی حفاظت ، مال کی حفاظت 'شرم گاہ کی حفاظت 'عقل کی حفاظت اور عزت کی حفاظت ۔ امرِ واقعہ ہے کہ بغیر امانت کے یہ اوصاف پور نہیں ہو سکتے۔ امانت کوان تمام اصولوں کی جڑ کہا جاسکتا ہے۔ یہ وہ ضابطہ ہے جو تمام ککیفی امور پر حاوی ہے اور تمام ادیان کے لیے بمنز لد گھوڑ ہے کہ باگ کے ہے۔ حدیث نبوی میں ارشاد ہوتا ہے:

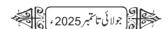
((اَلدِّيْنُ الْأَمَانَةُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ))

'' دین امانت ہےاورجس کے پاس امانت نہیں تو اس کادین بھی نہیں۔'' سیاسیاں

[بروایت امام احمد حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

((لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا آمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ))

جس کے پاس امانت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں اورجس کے پاس عہد کی پاسداری نہیں اس کا دیں بھی نہیں۔]







اور بیامانت ہی ہے جسے پہلے آسانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیالیکن انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا۔کہا جاسکتا ہے کہ امانت ہی پورے کا پورا دین ہے' اور جہاں تک عہد کا تعلق ہے تو بطور تا کیدوہ امانت کے زمرے میں ہی شار ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ اَوْ فُوْ ا بِالْعَهْدِ ﴾ (بنی اسر ائیل:۳۴)'' اور عہد کو پورا کرو''۔ان دونوں چیزوں کی اہمیت کی بنا پران کی تکرار کی گئی۔

پھر نماز کی جواہمیت دین میں ہے تواس کی حفاظت کا حکم دیا گیا'جس میں بیسب چیزیں شامل ہیں:ان کے اوقات کا خیال رکھنا' ایک خاص کیفیت کے ساتھ انہیں ادا کرنا' نماز میں مطلوب تمام حرکات وسکنات کی پابندی کرنا' نماز کے مقاصد کہ جن میں فاحشہ اور منکر سے رکنا مطلوب ہے' کا آنکھوں سے اوجھل نہ ہونا گویا نماز دین کا رکنِ اعظم ہے کہ جس پر انسان کی نجات کا انحصار ہے ۔ جبیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جہنیوں سے پنچے؟ توانہوں نے جوابا کہا:

﴿ لَهُ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿ ﴾ (المدثر) "جم نمازيول مين سے نہ تھے۔"

اب ان چاروں صفات کی ہمہ گیریت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ مطلوبہ دوسری صفاتِ ایمانیہ کے ساتھ خاص طور پر ان کا ذکر کیا جائے اور دونوں سورتوں میں ان کا اعادہ کیا جائے تا کہ ان کی ضرورت واہمیت پوری طرح آشکار ہو سکے اور پیجی معلوم ہو سکے کہ یہ چاروں صفات باقی صفات کے لیے بمنز لۂ اُم ؓ کے ہیں۔

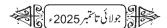
اب اگریسوال کیا جائے کہ زکو ہ کا ذکر بھی اکثر نماز کے ساتھ ہوا ہے کیونکہ وہ مالی عبادات میں بمنزلهُ اُمّ کی حیثیت رکھتی ہے کیہاں تک کہ سیدنا ابو بکر صِتریق ڈائٹو نے ان لوگوں سے قبال کیا جنہوں نے زکو ہ دینے سے انکار کیا تھا اور تمام صحابہ کرام ڈائٹو نے ان کے اس قول کی تائید کی تھی۔قر آن مجید میں اکثر جہاں نماز کا تھکم دیا گیا ہے وہاں زکو ہ کا بھی تھم ہے ارشا دفر مایا:

> ﴿ فَإِنْ تَابُوْ اوَاقَامُوا الصَّلُو ةَ وَاتَوُاالزَّ كُو ةَ فَخَلُّوا سَبِيْلُهُمُهُ ۗ (التوبة : ۵) '' پھرا گروہ توبہ کریں'نماز قائم کریں اورز کو ۃ دیں توان کاراسۃ چھوڑ دو۔''

اور حضرت ابو بکر صِیّریق و اُلیّنُهٔ نے اُسی آیت سے استدلال کیا تھا' لیکن ان تمام تر تا کیدات کے بعدان آیات میں زکو ۃ کا ذکر کیون نہیں آیا؟

اس کا جواب بیہ ہوسکتا ہے (واللہ اعلم) کہ جہاں ان آیات میں بیالفاظ آئے ہیں: ﴿ فِیۡۤ اَمُوۤ الِهِمۡ حَقُّ مَّغُلُوۡمُ ۖ ﴾ (المعارج) تو وہ زکوۃ ہی کے قائم مقام ہیں' کیونکہ مال کے اندر کوئی چیز مطلوب ہے اور اس کی مقدار معلوم بھی ہے تو وہ ذکوۃ کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہے۔ گویا بیآیات ذکوۃ کے ذکر سے خالی نہیں ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ سورۃ المؤمنون میں جن صفات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ان میں سرفہرست نماز میں خشوع اور خصوع کا اختیار کرنا ہے۔ ابتدا میں ارشاد فرمایا: ﴿قَلُ ٱفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۞ ﴾۔ یہاں اہلِ ایمان کے فلاح پانے کا ذکر ہے تو مناسب تھا کہ سب سے پہلے اُس عالی قدر صفت کا ذکر کیا جاتا جو کہ فلاح کی ضامن ہے' یعنی نماز کو پورے دھیان سے اداکرنا۔ ایسی نماز جواس احساس کے ساتھ اداکی جائے کہ بندہ







الله کے دربار میں کھڑا ہے'اوراگریہ کیفیت اسے حاصل ہوجائے تو پھرعبادت میں کسی قسم کی کمی یا لغزش نہیں پائی جائے گی۔اس کے بعد فرمایا: ﴿ وَالَّیٰ اِیْنَ هُمْهُ عَنِ اللَّغُومِ مُغْرِضُونَ ﴾ تو جو خص لغویات سے کنارہ کش ہوگیا تو وہ ہراُس چیز سے نیج گیا جواس کے دین کوداغ دار کرسکتی تھی' اور پھران دونوں صفات کے حامل شخص کومن جملہ تمام ممنوعات سے بیجنے کا ادراک ہوگیا۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمُ لِللَّاکُوقِ فَعِلُونَ ﴿ ﴾ اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا 'زلوۃ نماز کی بہن شار ہوتی ہے۔ یعنی دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہوتا ہے جیسے سورۃ التوبہ کی آیت میں ذکر ہوا: ﴿ فَاِنْ تَا بُوْا وَاقَامُوا الصَّلُوةَ وَاتَوْا اللَّ کُوةَ فَقَالُوْا سَبِيۡلُهُمْ ﴿ ﴾ اورائ سورت میں چندآیات کے بعد کہا گیا: ﴿ .... فَاحْوَا اللَّهُمُ وَ اللَّهِ اللَّهُ اللَّ

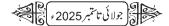
اب آیے تیسر سوال کی طرف کہ سورۃ المعارج میں کن آیات کا ذکر خاص طور پر کیا گیا تو آغازِ کلام میں انسان کے ایک خاص وصف کی طرف اشارہ کیا گیا تھا' ارشاد ہوا: ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿ هَا اَسْانَ کَ اللّٰہِ عَالَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ عَالَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ عَلَا اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ عَلَیْ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہ

یہاں اِن دونوں اوصاف یعنی جَزَع اور مَنع ہے روکا گیا ہے اور ان کی اُلٹ صفات یعنی صبر اور ایثار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں اور اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے والوں کی مدح کی ہے۔ صفت هَلَع انسان کی رذیل ترین صفات میں سے ہے'اس لیے پھر بتایا کہ اس صفت رذیلہ ہے کون تی چیز بچاسکتی ہے اور وہ ہے نماز کو ہمیشہ ہمیشہ ادا کرتے رہنا' کیونکہ جو شخص بھی اپنی نماز نہیں چھوڑ تا وہ اس خصلت کا حامل بن جا تا ہے کہ جو کوئی حکم آئے گا تو میں اسے فوراً قبول کروں گا' اور یہ خصلت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب یقین صادق پیدا ہوجا تا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشا دفر ماتے ہیں:

﴿ وَأَمُرُ آهُلَكَ بِالصَّلْوِةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْئَلُكَ رِزُقًا اللَّهِ عَلَيْهَا اللهِ ١٣٢١)

''اوراپے اہل کونماز کا تھم دواور پھراس پرصبر کا دامن تھاہے رکھو۔ ہم تم سے رز ق نہیں ما نگتے' ہم تو خود تمہیں رزق دیتے ہیں۔''

جے اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے رزق کا ذمہ لیا ہے وہ مانگتا بھی ہے تو خوبصورتی ہے! اور اُسے







گھبراہٹ نہیں ہوتی 'اور جسے اس بات کاعلم ہو کہ اُس کے مال میں زکو ہ واجب ہے یاصد قے کی گنجائش ہے تو وہ خیر کوروک کرنہیں رکھ سکتا۔ پھرا گروہ ان صفات کا حامل بن جائے'اسے جزاوسزا کا پورالیقین ہوائے رب کی طرف سے عذاب آنے سے لرز تا رہے' اور اسے اس بات کا بھی احساس ہو کہ وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہے تو ایسے خض کو''ھلوع'' نہیں کہا جائے گا۔ یا در ہے کہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف وہی لوگ ہوتے ہیں جو خسار سے میں جا پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان صفات کے حامل شخص کو''ھلوعًا'' کی منفی صفات ( یعنی جزع فزع کرنا اور میں جا پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان صفات کے حامل شخص کو''ھلوعًا'' کی منفی صفات ( یعنی جزع فزع کرنا اور میں کی سے مشتنیٰ قرار دیا گیا۔

اب تو یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ سورۃ المعارج میں ان چند صفات کو خاص طور پر کیوں بیان کیا گیا۔لیکن اس کا پیہ مطلب نہیں کہ جن دوسری صفات کا ذکر نہیں کیا گیا' وہ ان میں داخل نہیں ہیں نہیں! بلکہ وہ بھی داخل ہیں' اگر چہنام لے کران کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا آپنیں دیکھتے کہ مکلف حضرات کو جن پانچ احکام کا پابند بنایا گیا ہے' جیسے: واجب حرام' مندوب' مکروہ اور مباح' تو بیہ سب احکام امانت اور عہد کی پابندی کے زمرے میں آجاتے ہیں اور جو شخص بھی اللہ تعالی سے کیے گئے عہد کو پورا کرتا ہے تو وہ شریعت کی تمام پابندیوں کو چاہے وہ کرنے سے متعلق ہوں یا نہ کرنے سے 'پورا کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص نماز کو خشوع وخضوع اور پورے ارکان و واجبات کے ساتھ ادا کرتا ہے تو وہ فاحشہ اور منکر سے رکنے والا بھی بن جاتا ہے' چاہے اس کا ذکر یہاں صراحت کے ساتھ نہ کیا گیا ہو گیا گیا ہو بھی نہیا گیا ہو گیا گیا ہو بھی نہیا گیا ہو گیا گیا ہو گیا گیا ہو بھی کے نہاں میں داخل ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ ان دوسورتوں میں ہرسورت کے شمن میں جن صفات کا تذکرہ کیا گیاوہ اس سورت کے ساتھ خصوصی مناسبت رکھتی تھیں۔اور جہاں تک شہادت کے ذکر کا تعلق ہے ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ اِللّٰهِ اِللّٰهِ اِللّٰهِ اِللّٰهِ اللّٰهِ اللهُ اللّٰ اللهُ اللّٰ الللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللّٰ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ اللهُ اللّٰ اللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الللهُ الللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الللهُ اللهُ الللهُ الل

# (۲۲۵)آیت ۲۳

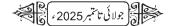
﴿ فَقَالَ الْمَلَوُ اللَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هٰذَاۤ إِلَّا بَشَرٌ مِّ ثُلُكُمُ ﴾

'' توسر داروں نے کہا' جنہوں نے اُس کی قوم میں سے کفر کیا تھا' پیخص تم جیساایک آ دمی ہی توہے۔''

اور پھرا گلے قصے کے شمن میں کہا:

﴿ وَقَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَكَنَّ بُوا بِلِقَاءَ الْأَخِرَةِ وَٱثْرَفُنْهُمْ فِي الْحَيْوةِ النَّنُيَا لَا مَا هٰذَاۤ إِلَّا بَشَرٌ مِّغُلُكُمْ ﴾ (آيت ٣٣)

''اوراس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ جنہوں نے کفر کیا تھا اور آخرت کی ملاقات سے اٹکار کیا تھا اور جن کو ہم نے اس دنیا میں پُرفتیش زندگی عطا کی تھی' شیخص تم جیساا یک آ دمی ہی تو ہے۔''







اب یہاں سوال میہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسری آیت میں جار اور مجرور (وین قوّ مید) کی تقدیم کی گئی ہے اور قصہ نبی نوح ملیٰظا (یعنی پہلی آیت) میں اسے مؤخر کیا گیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

دوسراسوال ہیہ ہے کہ دوسری آیت میں جہاں پہلی آیت کی طرح ان کی قوم کے نفر کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں
ان کی دو دوسری خصلتوں کا اضافی بیان بھی کر دیا گیا یعنی آخرت کی ملاقات سے انکار اور دنیا کی پُرتغیش زندگ۔
عالانکہ وہ توصرف کفر ہی کی بنا پر عذا ب سے حق دار ہو چکے تھے توان اضافی خصلتوں کے بیان کی کیا ضرورت تھی ؟
پہلے سوال کا جواب تو ہیہ ہے کہ 'مین قوصہ'' کہہ کر یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ جنہوں نے بیہ بات کہی تھی وہ
انہی کی قوم کے لوگ تھے غیروں میں سے نہیں تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ ان
لوگوں نے کفر کیا تھا جو ان کے پکڑے جانے اور ہلاک کیے جانے کا سبب بنا۔ چونکہ بیہ بات سیاق وسباق وسباق سے باس نیس جھی جاسکتی ہے' اس لیے ضروری نہیں کہ ہر جگہ اس کا ذکر کیا جائے۔ ملاحظہ ہو کہ سورۃ الاعراف میں بھی
نوح علیات کی قصہ بیان ہوا ہے لیکن وہاں سر داروں کے نفر کا تذکر نہیں ہے۔ فرما یا:
﴿قَالَ الْهَ لَا مِنْ قَوْمِہَ إِنَّا لَا نَوْكَ فِیْ ضَلْلِ مُّیدِیْنِ ﴿ ﴾ (الاعراف)

''اوران کی قوم کےسرداروں نے کہا: بے شک ہم تنہیں کھلی کھلی گمراہی میں ویکھتے ہیں۔''

لیکن یہاں خاص طور پران کے کفر کابیان ہوا'اور جب جار مجرور کواس طرح پر پہلے لایا جاتا ہے تواس کی اہمیت کو اُ جا گر کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ یہ بات ہم نمبر ۳۲ (سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۱ے ۱۷ سے ایک تحت بیان

كر چكے بين يہاں اس كا عاده كيے ديتے بيں:

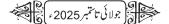
یے عربوں کا قاعدہ تھا کہ اگر کسی چیز کا خاص خیال ہوتا یا اس کی زیادہ اہمیت ہوتی یا اس کے لیے تکریم پائی جاتی تو اس چیز کو یا اس کی ضمیر کو پہلے ذکر کیا جاتا'تا کہ اس کی اہمیت کو واضح کیا جاسکے ۔ دیکھئے کہ ایک کہنے والا کہتا ہے : اِیَّا کُ أَعْنِیْ (تجھ ہی کو مَیں اشارہ کررہا ہوں) اور جواباً دوسرا کہتا ہے: وَعَنْکَ اُعْدِفُ (اور تجھ ہی سے مَیں منہ پھیرتا ہوں)۔ سیبویہ نے بدر جزید کلام بطور دلیل لکھا ہے:

لَتَقْرَبَنَّ قَرَبًا جلذيًّا مادَامَ فِيهِنَّ فَصِيْلٌ حَيًّا فَقَدْ دَجَا اللَّيْلُ فَهَيًّا هَيًّا

' دہمہیں (پانی کی تلاش میں ) جلد جلد بھا گنا ہوگا جب تک کہ رپوڑ میں ایک بھی اونٹ کا بچیہ باقی ہے۔ پس رات قریب آچکی ہے' تو پھر آ وُ بھا گیں!''

یہاں''فِیھِنَّ''ضمیر کی تقدیم سے وہ زور پیدا ہوا ہے جواس کی تاخیر سے پیدا نہ ہوتا۔سیبو یہ کہتا ہے کہ عرب اُ س چیز کو جے اہم سمجھتے تھے اور جس کا بیان کرنازیا دہ ضروری سمجھتے تھے' پہلے بیان کرتے تھے۔

اگرآپ بیاعتراض کریں کہاس آیت اوراس سے ماقبل کی آیت جونو ٹ ایکیا کے بارے میں ہے کوئی خاص فرق نہیں ہے تو یہاں جار مجرور کی تقدیم کیوں کی گئ جب کہ پہلی آیت میں اسے بعد میں لایا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿فَقَالَ الْمَلَوُّا الَّذِینَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ﴾ تو ہم کہیں گے کہ یہاں اسم موصول (الَّذِینَ ) کے ساتھ صرف







ا یک صفت (کَفَرُوْا) بیان کی گئی ہے (اسے تو میں صلہ کہا جاتا ہے یعنی اسم موصول سے کیا مراد ہے)۔ چونکہ صلہ میں صرف ایک صفت کا بیان تھا تو اس کے بعد 'مِن قَوْمِه'' کہہ کر صلہ کے الفاظ کو یکجا کر دیا گیا۔ گویا وہ ایک ہی جملہ ہے' لیکن اس دوسری آیت میں چونکہ ایک سے زائد صفات بیان ہوئی تھیں: ﴿وَقَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّا ہُوْا بِلِقَاءً الْاٰ خِرَةِ وَا تُرَفِّئُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ اللَّٰ نُیّا﴾ اس لیے' مِنْ قَوْمِهِ'' کے الفاظ پہلے لائے گئتا کہ بات کو بیجھے میں آسانی رہے۔

ابر ہاد وسراسوال کہ قصہ نوح میں توصر ف ایک صفت '' کفر'' بیان ہوئی تھی اور دوسری آیت میں جس قوم کا تذکرہ مقصود ہے ان کی مزید دوصفات کیوں بیان ہوئی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں قصّوں میں تھوڑ ابہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس طرح کفرنے قومِ نوح کی اکثریت کو ڈھانپ لیا تھا' ایسا دوسری آیت میں مذکور قوم کا حال نہیں تھا' بلکہ ان میں ایمان غالب نظر آتا ہے۔ مراد ہے قومِ ہود جن کے بارے میں سورہ ہود میں ارشا دفر مایا:

﴿ وَلَيًّا جَاءَ آمُرُنَا تَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِينَ امْنُوا مَعَهْ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ؟ (هود : ۵۸)

''اور جب ہماراتھم آگیا تو ہم نے نجات دی ہودکواوران لوگوں کو جواُس کے ساتھ ایمان لے آئے تھے'اور یہ ہماری طرف سے بوجہ دحمت ہوا۔''

اس آیت سے یہ تومعلوم نہیں ہوتا کہ کون سے لوگ زیادہ شے ایمان لانے والے یا کفر پر قائم رہنے والے! اس لیے مناسب تھا کہ یہ بتایا جاتا کہ ان میں سے کفر کرنے والے (چاہوہ تھا کہ یہ بتایا جاتا کہ ان میں سے کفر کرنے والے (چاہوہ تھا کہ یہ بتایا ہوں نہ ہوں) کفر کے ساتھ ساتھ چنددوسری قباحتوں میں بھی ملوث تھے کیعنی وہ رسول کی نافر مانی کرتے تھے آیات اللہ کو جھٹلاتے تھے دنیوی زندگی اور اس کی آسائشوں پر فریفتہ تھے۔سورۃ الفجر میں ان کی دُنیوی سرگرمیوں کا یوں تذکرہ کیا گیا:

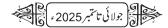
﴿ ٱلَمُ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادِ ﴿ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴾ الَّتِيُ لَمْهُ يُخْلَقُ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ \* "كيا آپ نيس ديها كه الله في عادِ ارم جوستونوں والے تھے ان كے ساتھ كيا سلوك كيا؟ وہ كه ان جيسا تمام ممالك ميں كوئي نہيں پيدا كيا گيا تھا۔ "

ظاہر ہے کہالیے لوگ تعداد میں زیادہ نہیں ہوتے لیکن بہر صورت وہ اپنے کفر میں پکے تھے اس لیے ضروری تھا کہ ان کے بہاوں کے جواتے کہ جن سے ان کی خوش حالی اور اپنے اس گھمنڈ کا بھی تذکرہ ہوجا تا کہ ہم جیسے بڑے لوگ سزا کے مستوجب کیے ہوسکتے ہیں۔ گویا اس حقیقت کی وضاحت ہوگئی کہ چاہے تم کتنی ہی دنیوی ترقی کیوں نہ کرلوا گرالڈ کی بات نہیں مانو گے توتم اللہ کے عذاب سے زیج نہیں سکتے!!

## (۲۲۲) آیت ۳۱

﴿فَأَخَلَتُهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلُنْهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعُمَّا لِلْفَوْمِ الظَّلِمِيْنَ ﴿

'' تو پھرعدل کے تقاضے کے مطابق ایک چیخ نے انہیں آلیا اور ہم نے انہیں خس وخاشاک بنا کے رکھ دیا۔ پس دوری ہوظالم قوم کے لیے۔''







اس کے معاً بعد بعد میں آنے والی نسلوں کا بیان ہوااوران کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَأَنْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنَهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْمًا لِّقَوْمِ لَّا يُؤْمِنُونَ

'' تو ہم نے ایک کے بعد دوسری قوم کواس کے پیچھے لگا یا اور ہم نے ان کوافسانہ بنا کرر کھ دیا۔ تو چھر دُوری ہو اُس قوم کی جوایمان نہیں لاتی۔''

سوال میہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں قوم کے بارے میں'' ظالمین'' کا وصف بتایا۔اور دوسری آیت میں کہا کہ پیقوم ایمان لانے والی نہیں تھی۔تواس فرق کی وجہ کیا ہے؟

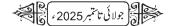
جواباً عرض ہے کہ پہلی آیت میں ایک خاص اُمّت کا ذکرتھا جن کے فیجے اعمال کی بنا پران کے کفراور اپنی جانوں پرظلم کرنے کاعلم حاصل ہو گیا۔اور جب کسی کے ظلم کا ذکر ہوگا تو اس میں ساری با تیں آگئیں' یعنی ان کا ایمان نہ لانا' کفریہ اعمال کا بجالانا' رسولوں کو جھٹلانا۔تو مناسب تھا کہ ان کے بارے میں کہا جاتا: ﴿ فَبُعُمَّا لِلَّا فَهُو فِيهِ الطَّلِيهِ يُنَ ﴾ ﴾ لِّلْقَوْ هِرِ الطَّلِيهِ يُنَ ﴾ ﴾

لیکن اگرآپ بیاعتراض کریں کہ ان قوموں نے بھی تو اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا کہ جواس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: ﴿ کُلُّمَا جَاءَ اُمَّةً وَّسُولُهَا كُنَّ بُوهُ ﴾ ''جب بھی بھی کسی اُمّت کے پاس ان کارسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا'' گویاان کے ایمان نہ لانے کی بھی تصدیق ہوگئ تو پھر انہیں ظالم کے وصف سے کیوں نہ یا دکیا گیا؟ میں بیہ کہوں گا کہ ان تمام اُمتوں کا پہلے والوں کی طرح تفصیل سے بیان نہیں ہوا۔ صرف اجمالی طور پر جھٹلانے کا ذکر کیا گیا تھا' تو مناسب تھا کہ ان کے بارے میں اجمالی طور پر ایمان نہ لانے کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا۔ یوں ہر آیٹ کا اختام اُس وصف پر ہوا جواس کے مناسب حال تھی' واللہ اعلم!

#### (۲۲۷) آیت ۸۳۳۸۱

﴿ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُونَ ﴿ قَالُوَاءَ إِذَا مِثْنَا وَكُنَّا ثُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُوْنَ ﴿ لَكُونَ اللَّهُ اللَّا اللَّالَا اللَّهُ اللَّهُ اللَّالِي اللَّهُ اللَّلْمُ اللَّا اللَّا اللَّا اللَّا ال

'' بلکہ انہوں نے وہی کچھ کہا جو پہلے لوگوں نے کہا تھا۔انہوں نے کہا: کیا جب ہم مرجاتے ہیں اور پھرمٹی اور







ہڈیاں ہوجاتے ہیں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ بیدوعدہ تو ہم سے اور ہمارے آباء واُجداد سے پہلے بھی کیا جاتار ہاہے' مگرییسب کچھنہیں ہے مگر صرف پہلوں کے افسانے ہیں۔''

# اورسورة النمل ميں ارشا دفر مايا:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ءَ إِذَا كُنَّا تُرْبَاوًا بَأْوُنَا آئِنَّا لَمُخْرَجُونَ۞ لَقَدُو عِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ لِ إِنْ هٰذَاۤ إِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّ لِيُنَ۞﴾

''اور کافروں نے کہا: آیا جب ہم اور ہمارے آباء و اَجداد مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم دوبارہ نکالے جائیں گے؟ بیدوعدہ تو ہم سے اور ہمارے آباء واَجداد سے پہلے بھی کیا گیا تھا نہیں' بیتوصرف اگلوں کے افسانے ہیں۔''

دونوں آیتوں میں'' لھائیا'' کی تر تیب ملاحظہ ہو:

﴿لَقَلُوعِلُنَا نَحْنُ وَاتِأَوُّنَا هِنَا مِنْ قَبْلُ ﴾ (المؤمنون)

﴿لَقَلُوعِلُنَا <u>هٰلَا</u> نَحْنُ وَابَأَوُّنَا مِنْ قَبُلُ ﴾ (النمل)

پہلی آیت میں ' کھنّا'' (جو کہ مفعول ہے ) اسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے اور دوسری آیت میں اُسے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد ' کھنے ہے واباً وُنا'' کہا گیا ہے تواس کی کیا وجہہے؟

اس کا جواب یہ ہے ( واللہ اعلم ) کہ سورۃ المؤمنون میں مذکورہ آیت سے قبل ارشا دفر مایا:

﴿ أَفَلَمْ يَنَّ بَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَأَءً هُمْ مَّالَمْ يَأْتِ اٰبَأَءَهُمُ الْأَوَّلِيْنَ ۞ ﴾

'' کیاانہوں نے اس بات میںغوروفکر ہی نہیں کیا؟ یاان کے پاس وہ آیا جوان کے باپ دادوں کے پاس نہ آیا تھا!''

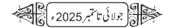
یعنی اس آیت میں اس بات کی صراحت کی گئی تھی کہ ان کے آباء واجداد کے پاس رسول آئے تھے جوانہیں ڈراتے رہے اور انہیں دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں وعدہ کرتے رہے اس لیے مناسب تھا کہ'' لھن ا'' (یعنی وعدہ) سے قبل موعود (وہ لوگ جن سے وعدہ کیا گیا تھا) کا ذکر پہلے کیا جاتا' لیکن سورۃ النمل میں چونکہ آباء وا جداد کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا (جیسا کہ سورۃ المومنون میں کیا گیا) اس لیے لھن آ (وعدے) کا ذکر پہلے کیا گیا اور موعود (نخٹے نے والڈ اعلم!

## (۲۲۸) آیت ۸۸\_۵۸

﴿ قُلُ لِبِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَآ إِنْ كُنْتُهُمْ تَعْلَمُوْنَ۞ سَيَقُوْلُوْنَ بِلْهِ ۚ قُلُ اَفَلَا تَذَكَّرُوُنَ۞﴾ '' کہد دیجیے: زبین اور جو کچھاس کے اوپر ہے وہ کس کا ہے؟ اگرتم جانتے ہو۔ وہ کہیں گے: اللہ کا ہے! کہہ دیجے: تو پھرتمہیں نصیحت کیوں نہیں حاصل ہوتی!''

پھراگلی آیات کے اختیام پرارشا دفر مایا:

《سَيَقُوْلُوْنَ بِنْهِ ﴿ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ ۞ ﴾







''وہ کہیں گے کہسب اللّٰد کا ہے۔ کہدد یجیے کہم پھرڈرتے کیوں نہیں ہو؟'' ۔

اوراس کے بعدارشادفر مایا:

﴿سَيَقُولُونَ بِلْهِ ۚ قُلُ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ۞﴾

'' تووه کہیں گے کہ سب اللہ کے لیے ہے۔ کہدد یجیے: تو چھرتم کیسے حرمیں مبتلا ہو؟''

سوال بیدا ہوا کہ ہرسہآیات کا اختتام الگ الگ ہے تواس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب دوطرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک توبہ کہ ہرآیت کے آخر میں بطور ڈانٹ جوالفاظ آئے ہیں وہ اس سوال سے مناسبت رکھتے ہیں جو اس آیت میں مشرکین سے کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں زمین اور جو پچھ اس میں ہے' کا سوال کیا گیا گیا تھا اور اس سے مراد پوری زمین اور اس کی ساری مخلوقات ہیں' عاقل بھی اور غیر عاقل بھی' میں ہے' کا سوال کیا گیا تھا اور اس میں ہر طرح کے جہان' اور پھر ہر جہان کے اندر باہر جو پچھ ہے' شامل ہے۔ صرف' لیکن آلڈ ذُٹُ '' کہا' گوکلام انتہائی مختصر ہے لیکن قوت کلام نے گویا ہر چیز کواپنی لپیٹ میں لے لیا۔

بداییا ہی ہے جیسے ان دوسری آیات میں کہا گیا:

﴿ ٱلَا إِنَّ يِلْهِ مَنْ فِي السَّهٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۖ ﴾ (يونس:٢٧)

'' یا در ہے کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بھی آ سانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے۔''

﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرُضَ وَمَنْ عَلَيْهَا ﴾ (مريم: ٢٠)

" بے شک ہم ہی وارث ہوں گے زمین کے اور جو کچھاس کے او پر ہے۔ ''

جس طرح ان دونوں آیات میں 'منی'' سے مراد صرف مخصوص لوگ نہیں ہیں' بلکہ سب کچھ جو بھی زمین میں ہے' شامل ہے ایسے ہی سورۃ المؤمنون کی آیت میں بھی عمومی کیفیت کا اعتبار کیا گیا ہے' کیونکہ مقصود بیجتلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ وہ پیدا کرتا ہے اور حکم چلاتا ہے جو کہ اللہ کی مخلوقات اور صنعت گری کود بکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَفِي الْأَرْضِ اللَّهُ لِلْمُوقِينِينَ ﴿ ﴾ (الذَّريت)

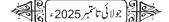
''اورز مین میں نشانیاں ہیں یقین رکھنے والوں کے لیے۔''

گویا کہا ہے جارہا ہے کہ جبتم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ سب کچھ اللہ ہی کی ملکیت ہے تو پھر زمین میں جو جا بجانشانیاں ہیں' کیاان سے تہمیں ہے سبق حاصل نہیں ہوتا کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ اپنی صفتِ خلق میں منفر دہے' اور اس کا نقاضا ہے کہ اس کا نہ کوئی شریک ہونہ ہی مثیل' کیونکہ اگر زمین وآسان میں متعدد خدا ہوتے تو بیسارا نظام درہم برہم ہوجا تا۔فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا اللَّهُ اللَّهُ لَفَسَلَتًا \* ﴿ (الانبياء: ٢٢)

''اگران دونوں( زمین وآسان ) میں اللہ کےسوا کوئی اور بھی اللہ ہوتا تو بید دونوں فساد سے بھر جاتے ''

ایسے ہی جبتم دیکھتے ہو کہ (کھیتی وغیرہ)ایک دفعہ اُگئے کے بعد وہاں دوبارہ اُگنا شروع ہوجاتی ہے'ایک دفعہ







کپھل لگنے کے بعد دوسری دفعہ کپھل آ جا تا ہے' تو کپھر مُردوں کے دوبارہ جی اُٹھنے کے بارے میں تنہیں کیوں شک واقع ہوجا تا ہے:

﴿ كَنْ لِكَ نُخُورِجُ الْمُولَٰى لَعَلَّكُمُ تَنَ كَرُونَ ﴿ الاعراف)

''ایسے ہی ہم مُردوں کو نکال با ہر کریں گے تا کہتم نصیحت حاصل کرسکو!''

اس کے بعدارشا دفر مایا:

﴿قُلْ مَن رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿ ﴾ (المؤمنون)

'' کہدد بیجیے: کون ہے ساتوں آ سانوں کارب اور کون ہے عظیم الثان عرش کارب؟''

اور بیخلوق تم سب سے بڑی ہے بلکہ اس زمین سے بھی بڑی جو تمہارے وجود کواٹھائے ہوئے ہے۔'نسکی قُولُوُنَ یلنع''جواباً وہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ تو جب تم نے اس کی عظمت اور شان وشوکت کا اقر ارکر ہی لیا تو پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ ﴿ اَ فَلَا تَتَّقُونَ ﴾

اس کے بعدارشادفر مایا:

﴿قُلْمَنْ 'بِيَدِهٖمَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٌ وَّهُو يُجِيْدُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۞﴾

'' کہدد بیجیے وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے' اور وہی پناہ دینے والا ہے اور اس کے مقالبے میں کوئی پناہ دینے والانہیں ہے اگرتم جانتے ہو!''

اب اس إقرار دَر إقرار كے بعد بھی اگرتم صرف اللہ کی عبادت سے انکار کرتے ہوتو گویاتم پر جاد وکر دیا گیا ہے جو ماننے اوراقرار کرنے کے باوجود حقیقت سے پثم یوشی پر تلے ہوئے ہو؟ ﴿ فَأَنَّى ٱللَّهِ مُؤْنَ ﴿ ﴾

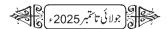
دوسرا جواب بھی پہلے کے قریب قریب ہے لیکن اس میں عبارت آ رائی کا کوئی تکلف نہیں پایا جاتا۔ مضمونِ کلام یوں ہوگا کہ سب سے پہلے انہیں اس بات کی یاد دہانی کرائی گئی کہ جس بات کو وہ پہلے سے مانے تھے اور اس میں انہیں کوئی توقف نہ تھا' وہ یہ کہ زمین کا اور وہ سب کچھ جو اس میں ہے اس کا ما لک اللہ ہے' اور یہ اقرار کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ جیسے ارشا وفر ما یا:

> ﴿ وَلَئِنْ سَالُتَهُ مُرَمِّنُ خَلَقَ السَّمُوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللهُ ﴿ لَقَمان : ٢٥ 'الزمر : ٣٨) ''اورا گرتم ان سے یوچپوکه آسانوں اور زمین کوئس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے: اللہ نے!''

اور جوخالق ہوتا ہے تو وہ اپنی خِلقت کا مالک بھی ہوتا ہے۔ گویا بیکہا جارہا ہے کہ جبتم اس بات کو مانتے ہو کہ وہ تنہا ہی خالق ہے تو پھر صرف اُسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے ؟ اور اگر اس نے ابتدائے خلق کی ہے تو پھریے بھی مانو کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے ﴿ اَ فَلَا تَنَ مَّدُونَ ﴿ ﴾

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر ہوااوراس بات کا بھی کہ وہ سات آسانوں کا اور باعظمت عرش کا بھی مالک ہے۔ اب بیرایک اور اقرار ہو گیا' تو انہیں پھراُس کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے تھالیکن جب ایسا نہیں ہواتو کہا گیا: ﴿أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾۔





اس کے بعداللہ تعالیٰ کی بادشا ہت' تمام مخلوقات پراُس کی حکمر انی کا ذکر کیا گیااوراس بات کا بھی کہ کوئی اس کے حکم کے آگے پر بھی مارنہیں سکتا:

ۚ ﴿ قُلۡ مَنْ ۚ بِيَٰ بِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءَ وَّهُو يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۞ ﴾

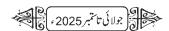
اور پھران کے اعتراف کا ذکر کیا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔تو جب وہ ایک ایک بات کا اقرار کرتے چلے آئے ہیں تو انہیں ایمان لا نا چاہیے تھا' اطاعت میں داخل ہونا چاہیے تھالیکن وہ اس سے کئی کتر اتے رہے۔ان کی حالت الیم ہوگئ جیسے اس شخص کی جواپئی عقل کھو چکا ہو یا اس پر جادو کر دیا گیا ہو کہ جس کی بنا پراُ س کی عقل جاتی رہی ہے۔اور پھران سے یوں خطاب کیا گیا: ﴿ فَاَ لَٰنِی تُسْحَرُ وُنَ ﴿ ﴾

اور پھرمشر کین کے عزائم کے ردّ کے طور پریدآیات نازل ہو کیں:

﴿مَا اتَّخَفَ اللهُ مِنْ وَّلَبٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ الهِ إِذًا لَّنَهَبَ كُلُّ الهِ مِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ "سُبْحٰنَ اللهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿ عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿ ﴾

#### 

#### بقيه:حرف إوّل







# ترجمهٔ قرآن مجید

# معصرفي ونحوى تشريح

افادات: حافظ احمد يار مرحوم ترتيب وتدوين: لطف الرحمٰن خان مرحوم

# سُورتُ النَّحل

# آيات ٣٣ تا ٢٩

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدُ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلّ اُمَمِ مِّنَ قَبُلِكَ فَرَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡظُنُ اَعۡمَالُهُمۡ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوۡمَ وَلَهُمُ الْيَوۡمَ عَنَابُ الْيُمُ الْيَوْمَ عَنَابُ الْيُعُمُ الْيَوْمَ عَنَابُ الْيُعُمُ الَّذِي الْحَتَلُهُوْا فِيهُ وَلَهُمُ عَنَابُ الْيُمُ الْيُنِي الْحَتَلُهُوْا فِيهُ وَهُمَّى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّوۡمِنُونَ ﴿ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءَ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعۡنَى وَهُمَّى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُّوْمِنُونَ ﴿ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءَ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعۡنَى مَوْتِهُا اللّهَ عَلَىٰ اللّهُ اللّهُ اللّهُ وَلَوْ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبُورَةً وَمُنَا عَلَىٰ الْكُمْ فِي الْاللّهُ اللّهُ عِنْ اللّهُ عِنْ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ النّعُمِلُ اللّهُ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ عَلَىٰ الللّهُ اللّهُ عَلَىٰ الللّهُ الللّهُ الللّهُ الللللّهُ اللللّهُ الللللّهُ الللللّهُ الللّهُ اللللللّهُ الللللّهُ الللللّهُ الللللّهُ الللللّه

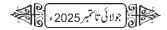
## <u> فرث</u>

فَرِثَ يَفْرَثُ (س) فَرَثًا: شَكَم سير مونا ـ

فَرُثُ : گوبر (جب تک اوجھڑی میں رہے ) زیرمطالعہ آیت ۲۷۔

# تركيب

( آیت ۱۳) اَرْسَلْنَا کامفعول رُسُلًا محذوف ہے۔( آیت ۱۴) هُدَّی اور رَحْمَةً کو یہاں حال







کے بجائے مفعول کے مانا بہتر ہے۔ (آیت ۲۷) اُلائتام اسم جنس ہے اس لیے بُطونیہ میں واحد ذکر کی ضمیر ہم بھی جائز ہے۔ نُسْقِیْ کا مفعول اوّل گُھْر کی ضمیر ہے اور اس کا مفعول ثانی لَبَنّا خَالِصًا ہے جب کہ سَائِغًا حال ہونے کی وجہ سے حالتِ نصب میں ہے۔

#### ترجمه:

لَقَلُ أَرُسَلُنَا : بهم يقيناً بينج كي بين (رسولول)و) تَأْمِلُهُ: الله كَافْتُم مِّنُ قَبُلِكَ: آبُ سے پہلے إِلِّي أُمّعِهِ: كَيْحُهُ أُمتُول كَي طرف لَهُمُ الشَّيْطِنُ :ان كے ليے شيطان نے فَزَيَّنَ: كِيرمزين كيا أَعْمَالَهُمْ :ان كاعمال كو فَهُوَ وَلِيُّهُمُ : تووہی ان کا کارساز ہے الْيَوْمَ : آج كون (جي) وَلَهُمْ :اوران (سب) كے ليے وَمَا آنُوَلْنَا : اورنهيس أتارا بم نے عَنَابٌ إَلِيْمٌ: ايك دردناك عذاب ٢ إِلَّا لِيتُهَدِّينَ: مَكَّراسَ واسطَ كه آبٌ واضح كردي عَلَيْك الْكِتْب: آبٌ يراس كتاب و الحُتَلَقُوا : انهول نے اختلاف کیا لَهُمُ الَّذِي :ان كے ليےاس كو وَهُدًّى : اور ہدایت کے واسطے فئه:جس میں لِّقَوْمِ السِيلوگول كے ليے وَّرَ حَمَّةً : اوررحمت كے واسطے يُّوْمِنُونَ: جوايمان ركھتے ہيں وَاللَّهُ : اور اللَّه نَـ مِنَ السَّهَآءِ: آسان سے آئۆل: اتارا فَأَحْيَا بِهِ: پُراس نے زندہ کیااس سے مَآءً: كچھ ياني بَعْلَ مَوْتِهَا : ال كى موت كے بعد الْأَرْضَ:زمين كو لَايَةً: يقينًا أيك نشاني ب إِنَّ فِي ذَٰلِكَ: بِشَكُ السَّمِيل یَّسْمَعُوْنَ: جوکان دھرتے ہیں لِّقَوْمِ : السے لوگوں کے لیے وَإِنَّ لَكُمْ : اور بِشكتمهار سے ليے في الْأَنْعَامِ : جويايون مين نُسْقِيْكُمُ : ہم پلاتے ہیں تہیں لَعِبْرَةً: يقينًا ايك عبرت ب في بُطُونِه :ان كے بیوں میں ہے قِیں :اس میں سے جو لَّبَنَّا خَالِصًا : (خون ادر گوبر کی) ملاوث مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمِر : خون اور گوبر كے

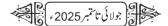
ها ﴿ حكمت قرآن ﴾ الله

وَمِنْ ثَمَرْتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ :اور

درمیان سے

سَمَا يُغًا: خوشگوار ہوتے ہوئے

انگوراورکھجور کے بھلوں سے





ہے پاک دودھ

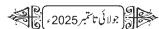
لِّلشَّرِ بِيْنَ: پينے والول كے ليے

تَتَّخِذُونَ :تم لوگ بناتے ہو

سَكَّرًا: كِهُ نَشْهَٱ ورچيز منه:جسس إِنَّ فِي ذَٰلِكَ: بِشُكَ اس مِين وَّرِزُقًا حَسَنًا : اور كِها جِهارزق لِّقَوْمِ : ایسے لوگوں کے لیے لائةً: يقيناً ايك نشاني ب يَّغْقِلُونَ: جُوعْل سے كام ليتے ہيں وَأَوْلَحِي :اوروحي كيا إلى النَّحْلِ: شهدك كمسى كى طرف رَبُّكَ: آپ كرب نے أنِ اللَّخِينِي : كَدُّوبنا مِنَ الْجِبَالِ: بِهارُول مِين سے بُيُوْتًا: يَجْهِكُمر وَّهِنَ الشَّجَرِ: اوردرختول میں سے يَعْرِشُوْنَ: بيلوگ حِيت دُّالتِح بين وَ هِيًّا : اوراس میں سے جو كُلِنَّى : تُوكھا ثُمَّ: پھر فَاسُلُكِيۡ: يُحرُبُوچِل جِرِجْ کُلِّ الشَّبَا تِ: سارے بَعِلوں میں سے سُبُلَ رَبِّكِ: اپنے ربِّ كراستوں ميں ذُلُلًا: جوسدهائے ہوئے ہیں يَخْرُجُ : ثكلتى ہے مِنْ بُطُونِهَا :ان کے پیڑوں سے هُخْتَلِفٌ :مختلف بين يَّهُ وَاكِ: يِينِے كَى ايك چيز اَلُوَ انُهُ: اس كرنگ فيه شفاء السمين شفاح إِنَّ فِي ذَٰلِكَ: بِشُكَ اس مِين لِّلنَّاسِ: لوگوں کے لیے لِّقَوْمِدِ: السياوكوں كے ليے لاَيَةً : ايكنشاني ب يَّتَفَكَّرُونَ: جوغور وْفَكْرَكَرتِ ہِيں

نوٹ ا: آیت ۲۵ میں ہے کہ آسان سے پانی برستا ہے تو مُردہ زمین جی اُٹھتی ہے۔ اس کے آگے یہ نہیں فرما یا کہ اس میں ان کے لیے نشانی ہے جود کیھتے ہیں 'بلکہ فرما یا کہ ان کے لیے نشانی ہے جو سر کھتے ہیں۔ اس ساعت کا تعلق گزشتہ آیت ۲۴ سے ہجس میں قر آن کو ہدایت اور رحت کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح آسان سے بر سنے والے پانی سے مُردہ زمین جی اُٹھتی ہے اس طرح آسان سے بر سنے والی اس وجی لیخی قر آن سے ان کے مُردہ دل جی اُٹھتے ہیں جو اس کو سن کر سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر سے ماخوذ)

نوٹ ۲: آیت ۲۷ میں نشہ اور رزقِ حسن کوالگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نشہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ چنا نچہ مکہ میں جب بیر آیت نازل ہوئی توصحابہ کرام ڈوائی میں سے تاڑنے والے تاڑگے سے کہ نشہ نے حرام ہونے کا حکم آگیا۔ (حافظ احمد یارصا حب مرحوم) صحابۂ کرام ڈوائی کا رویتے بیتھا کہ وہ لوگ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی منشا ومرضی تلاش کرتے تھے۔ اس لیے اس آیت میں ان کوصاف نظر آگیا کہ نشہ ہمارے رب کو پسند نہیں ہے۔ جبکہ ہمارے ترتی پسند مسلمان بھائی قرآن







میں اپنی مرضی کا جواز تلاش کرتے ہیں۔اس لیےان کواسی آیت میں نشہ کے جائز ہونے کا جواز نظر آتا ہے اور اس کے حرام ہونے کا تھم نظر نہیں آتا' کیونکہ اس میں حرام کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ دِ بخس (نجاست) کا لفظ آیا ہے۔ع'' فکرِ ہرکس بقد رہمتِ اوست!''

نوٹ ؟: شہد کی افادیت کے متعلق جو کچھ تفاسیر میں ہے اور حکما ء واطباء نے جو نسخے تجویز کیے ہیں ان کو ہماری خوش اعتقادی پرمحمول کر کے نظر انداز کر دیا جاتا ہے' کیونکہ ان کا کوئی سائنسی ثبوت نہیں ہے' کیکن ایسے لوگوں کی تسلی کے لیے ہماری خوش اعتقادی کا اب سائنفک ثبوت بھی سامنے آگیا ہے۔ مغربی مما لک میں شہد سے مختلف بیاریوں کے ملاج کے جو تجربے کیے گئے ہیں' ان کے متعلق کینیڈ اکے ایک ہفت روز ہ'' ویکلی ورلڈ نیوز'' نے اپنی کے اجزری 1998ء کی اشاعت میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس کے کچھا فتباسات درج ہیں:

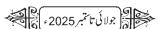
جوڑ وں کا درد: ایک حصہ شہد دو حصے نیم گرم پانی میں حل کریں اور بعد میں اس میں ایک جھوٹے جھے کے برابر دارچینی کا پاؤڈ رملالیں۔جسم کے در دوالے حصہ پراس مرکب کی ہلکی ہلکی مالش کریں۔اس سے چند ہی منٹوں میں در دمیں فوری طور پرافا قد ہوگا۔ یا پھر Arthritis کے مریض بیجی کرسکتے ہیں کہ روزانہ شبح وشام ایک پیالی گرم پانی 'دوچچے شہداورایک چھوٹا چھچ دارچینی کا پاؤڈ رملا کریہ مرکب با قاعد گی سے پئیں۔درد چاہے کیسا ہی کیوں نہ ہو اس سے افا قد ہوگا۔

اس علاج کے سلسلے میں کو بن ہمیگن یو نیورٹی میں حال ہی میں ایک تجربہ کیا گیا۔ایک ڈاکٹر نے Arthritis کے تقریباً دو ہزار مریضوں کوروز انہ ناشتے سے قبل ایک شربت با قاعد گی سے بلا ناشروع کیا جوصرف ایک چچ شہد اورنصف چچ دارچین کے پاؤڈ رپرمشتمل تھا۔ایک آ دھ ہفتے میں ہی اسامے مریضوں کا در دختم ہوگیا اور ایک ماہ میں تو وہ سارے مریض جودردکی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر تھے چلنے پھرنے لگے۔

کولسٹرول میں کمی: سولہ اونس چائے کے پانی میں دوجیج شہداور تین چیج دارچین کا پاؤ ڈر ملا کر پلانے سے دو گھنٹے میں مریض کے خون میں موجود کولسٹرول میں دس فیصد کمی ریکارڈ کی گئی۔اس سلسلے میں ہونے والی ریسرچ میں کہا گیا ہے کہ دن میں تین دفعہ اس طرح پینے سے کولسٹرول کی سطح کم ہوجاتی ہے۔ڈاکٹر البیگزانڈ راندر یواوراردک ویگوئیل مین نے ایک مشہور میڈیکل جزئل میں بیانکشاف کیا ہے کہ اگر روزانہ اس طرح چائے بنا کر پی جائے تو خون میں کولسٹرول کی مقدار'چاہے خطرے کی حدود کو چھور ہی ہو' تو وہ بھی کنٹرول ہوجاتی ہے اور چربی کی مقدار بھی اپنی حدمیں رہتی ہے۔ اس جزئل میں بیر بھی بنایا گیا ہے کہ روز مرہ غذا میں خالص شہد کے با قاعدہ استعال سے کولسٹرول کی شکایت بھی بیدائییں ہوگئی۔







امراض قلب: روزانہ شخ ناشتے میں بریڈیاروٹی کے ساتھ جام یا جیلی لینے کی بجائے شہداوردار چینی کے پاؤڈر کا پیسٹ بنا کر لینے سے جسم میں اورخون کی نالیوں میں جمع ہونے والی چر بی پگھل جاتی ہے اوراس طرح امراض قلب کے حملے سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن لوگوں کوایک دفعہ ہارٹ اٹیک ہو چکا ہووہ بھی دوسرے اٹیک سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے باقاعدہ استعال سے دل کی دھڑکن معمول پر رہتی ہے اور تنفس کی تکلیف میں بھی افاقہ ہوتا ہے۔ امریکہ کینیڈ ااور دیگر ممالک میں کیے جانے والے تجربات کی روشنی میں ایک اہم بات سامنے آئی ہے کہ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ خون کی نالیوں میں جوشخی آجاتی ہے اوران کی کیک ختم ہوجاتی ہے اور رہتا ہے۔ ان کا کیکیلا پن بحال ہوجاتا ہے اور بر قرار رہتا ہے۔

وبائی بیکٹیر یا سے جسم کی حفاظت: ماہرین ڈاکٹر اور تجربات کرنے والے سائنسدانوں کا بیان ہے کہ شہداور دارجینی استعال کرنے والوں کے جسموں میں موجود بیاریوں سے مقابلہ کرنے کی قوت مدافعت میں تین گنااضافہ ہوجا تا ہے جس سے انہیں وبائی بیکٹیر یا اور بیاریوں کے دیگر جراثیم سے تحفظ حاصل ہوجا تا ہے۔ شہد میں اللہ تعالیٰ نے بے ثار مقوی اجزاءاور وٹامن رکھے ہیں جواس سے مجراثیم کا فوری طور پر خاتمہ کردیتے ہیں۔ طویل العمری (لمبی عمر): چین اور مشرق وسطی کے عماء کا دعویٰ ہے کہ شہداور دارجینی کے پاؤڈر کی چائے پینے والے بھی بھی بوڑھے نہیں ہوتے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تین کپ پائی میں چارچیج شہداور ایک چیج وارچینی کا پاؤڈر ڈال کراسے ابالا جائے اور اس کی چائے بنائی جائے۔ دن میں تین چار دفعہ اس طرح کی چائے پینے سے جلد کے خلیے جوان رہتے ہیں اور عمر بڑھنے کے باوجود جلد میں ڈھیلا پن نہیں آتا۔ اس سے کمبی عمر پانے کے امکانات بھی پیدا ہوجاتے ہیں اور سوسال کی عمر میں بھی آدمی جوانوں کی طرح کام کرسکتا ہے۔

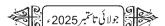
پیدا ہوجاتے ہیں اور سوسال کی عمر میں بھی آ دمی جوانوں کی طرح کام کرسکتا ہے۔
چرے کے کیل مہاسے وغیرہ: تین چیج برابر شہد کوایک چیج کے برابر دارچین کے پاؤڈ رمیں ملا کر پیسٹ بنالیں۔
رات کوسوتے وقت چرے کے کیلوں پر اچھی طرح مل لیں۔ صبح اُٹھ کر چنے کے بیس سے یا سادہ پانی سے چرہ دھولیں۔ اس ممل کودو ہفتے تک وہرائیں۔ اس سے پرانے اور مستقل مہاسے بھی صاف ہوجائیں گے۔
کینس جاپان اور آسٹریلیا میں کیے جانے والے حالیہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ پیٹ اور گلے کے غدود کا کینر شہداور دارچین کی مدد سے روکا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے کینسرکا شکار ہونے والے مریضوں کوروز اندون میں تین بار شہداور دارچین کی مدد سے روکا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے کینسرکا شکار ہونے والے مریضوں کوروز اندون میں معلومات کے مطابق ان مریضوں کوروز اندون میں تین بارا کیک چیچ شہداور ایک چیچ دارچین کا پاؤڈ ر ملا کر ایک ماہ معلومات کے مطابق ان مریضوں کوروز اندون میں تین بارا کیک چیچ شہداور ایک چیچ دارچین کا پاؤڈ ر ملا کر ایک ماہ تک دیا جاتا رہاجس کا مثبت نتیجہ سامنے آیا۔ معالی کا کہنا ہے کہ ایسے مریضوں کو صرف ڈ اکٹروں کے مشوروں پر تک کے ملاج کے کہا کہ میں ایسے ڈ اکٹروں کومشورہ دوں گا کہ وہ اس طرح کے علاج کو بلا جھجک

25





ا پنا سکتے ہیں کیونکہ اس کے نتائج نہایت حوصلہ افز اہیں۔



<u>خالص شہد کا ٹیسٹ</u>: پانی ہے بھرے شیشے کے برتن میں چند قطرے ڈالیں۔اگر جوں کے توں جا کرتہہ میں بیٹھ جائیں تو خالص اوراگر پھیل جائیں تونقلی اور نا خالص ۔

نقصان: شہداوردیسی گھی مساوی وزن میں استعال نہیں کرنا چاہیے۔ شہد کے ساتھ مچھلیٰ خربوز ہ' سر کہاورمولی نہ کھائیں۔اگرطبیعت میں گرمی ہوتوموسم گر مامیں شہد میں دود ھ'یانی اور دہی ملاکر استعال کریں۔

# آیات • ۷ تا ۲ کے

#### حفد

حَفَّدَ يَحْفِدُ (ض) حَفْدًا : كام جلد كرنا مستعدى سے خدمت كرنا-

ھافِیٌ ج بحفَدَۃٌ :مستعدی سے خدمت کرنے والا۔ پوتے نواسے وغیرہ (کیونکہ پرانے زمانے میں ہے مستعدی سے بزرگوں کی خدمت کرتے تھے ) زیرمطالعہ آیت ۷۲۔

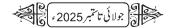
# تركيب:

(آیت اک) فَهَا الَّذِینَ کا مَا نافیہ ہے۔ اَلَّذِینَ فُضِّلُوْ اس کا اسم ہے جبکہ مرکب اضافی بِرَآدِی دِرُقِهِمُ اس کی خبر ہے۔ رَادِّی دراصل رَادُوْنَ تھا۔ اس پربِ داخل ہواتو حالتِ جرمیں یہ رَادِّیْنَ ہوگیا۔ پھرمضاف ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گراتو رَادِّی استعال ہوا۔ فَهُمُ کا فَاسبیہ ہے اور فِیْهِ کی ضمیر رزق کے لیے ہے۔ (آیت ۲۳) یَمْ لِیكُ کا مفعول رَزْقاً ہے۔ یہ صدر ہے اور اس نے اپنے مفعول شَیْمًا کونصب دی ہے۔ (دیکھیں البقرة: ۵۴) نوٹ ا

#### ترجمه:

وَاللّٰهُ : اورالله بى نے ثُمَّرَ يَتَوَفَّىكُمُ : پُروه وفات دیتا ہے تم کو

خَلَقَکُمْ: پیداکیاتم لوگول کو وَمِنْکُمْهِ مَّنْ: اورتم میں سے وہ بھی ہے جو







اِلِّي أَرْذَلِ الْعُمُو: عمر كے سب سے گھٹیا (حقیہ) کی طرف بَعْدَعِلْمِد: جانے كے بعد اتَّ اللهَ: بِشُك الله قَدِرت والاہے فَضَّلَ: فضيلت دى عَلَى بَغْضٍ : بعض ير فَهَا الَّذِينَ : تونهيس بين وه لوك جن كو بِرَآدِی رِزُقِهِمُد: اپن روزی کولوٹانے والے مَلَكَتُ أَيْمَانُهُمْ نَالَكُ مُوتُ ان ك داہنے ہاتھ فِيْهِ سَوَآةٌ : السميل برابر مول يَجْحَلُونَ: وه جانة بوجهة انكاركرت بين حَعَلَ لَكُمْ: بنایاتمہارے لیے أزْوَاجًا: يَكُمْ جُورٌ ك قِنَ أَذُوَاجِكُمُ بَهُارے جوڑوں (بيويوں) سے وَحَفَدَةً: اور يوتے مِّنَ الطَّلِيّلِتِ: يا كيزه (چيزوں) سے يُؤْمِنُونَ: وه ايمان لاتے ہيں هُمْ يَكُفُرُونَ: وبى لوگ انكاركرتے ہيں مِنْ دُون اللهِ: الله كعلاوه لَهُمْ رِزْقًا: ان کے لیےروزی دیے کا شَنْتًا : کسی چیز کا فَلا تَضْرِبُوْا: پِسِتُم مت بيان كرو

لِكَیْ لَا يَعْلَمَ: تا كه وه نه جانے شَیْئًا: پُرُصِیُمی عَلِیْمٌ: جانے والاہے والاہے واللہ کا فیصَّدُکُمْ: تمہارے بعض کو فیصَّدُکُمْ: تمہارے بعض کو فیصَّدُوْن فیصَلِیت دی گئ فیصَّدُوْن اس پرجس کے فیصَّد اس پرجس کے فیصَّد کُرنیتجاً وہ سب

يُّهِ دُّ : لوٹاد يا جا تا ہے

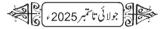
اَفَبِنِعُمَةِ اللهِ: تُوكيا الله كى نعمت كا وَاللهُ: اور الله بى نے قِنْ اَنْفُسِكُمُ : تمهارے اپنے آپ ( يعنی جنس) سے

وَّجَعَلَ لَكُمْ : اوراس نے بنائے تمہارے لیے بَنِیْنَ : بیٹے وَّرَزَ قَکُمْ : اوراس نے رزق دیاتم کو

اَفَبِالْبَاطِلِ: توکیاباطل پر وَبِنِعْمَتِ اللهِ: اورالله کی نعمت کا وَیَعْبُدُوْنَ: اوروه بندگی کرتے ہیں مَا لَا یَمُلِكُ: اس کی جواختیار نہیں رکھتے قِنَ السَّلَوْتِ وَالْاَرْضِ: آسانوں اور زمین

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ : اور نه وه استطاعت رکھتے ہیں

حكمت قرآن 🖁 🍣



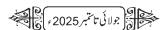


إِنَّ اللهُ : بِ شِك اللهُ وَ ٱنْتُهُمُ : اورتم لوگ یلهوالْاَکُهُ فَالَ:اللّٰہ کے لیے مثالیں یَعْلَمُ : جانتا ہے لَا تَعْلَمُهُ ذَن:نہیں جانتے

نوٹ ا: زمانہ حال میں لوگوں نے آیت اے کو اسلام کے فلسفہ معیشت کی اصل اور قانونِ معیشت کی ایک اہم دفحہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدگی آیت کا منشا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی نے رزق میں فضیلت عطا کی ہے ان کو اپنارزق اپنے نوکروں کی طرف ضرور لوٹا دینا چا ہے۔ اگر نہ لوٹا کیس گے تو اللہ کی نعمت کے منکر قرار پا کیں گے۔ حالانکہ اس پور سے سلسلہ کلام میں قانونِ معیشت کے بیان کا کوئی موقع نہیں ہے۔ او پر ہے تمام تقریر شرک کے ابطال اور تو حید کے اثبات میں ہوتی چلی آرہی ہے اور آگے بھی مسلسل یہی مضمون چل رہا ہے۔ اس کے بچ میں ابطال اور تو حید کے اثبات میں ہوتی چلی آرہی ہے اور آگے بھی مسلسل یہی مضمون چل رہا ہے۔ اس کے بچ میں کو کہ کوئی میں رکھ کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کے بالکل برعکس مضمون بیان ہور ہا ہے۔ یہاں استدلال بہ ہے کہ تم خود جائے مال میں اپنے نوکروں کو جب برابر کا در جنہیں دیتے تو پھر کس طرح سبحتے ہو کہ جوا حیانات اللہ تعالی نے تم پر ایک عیم میں اللہ کے ساتھ اس کے غلاموں کا بھی حصہ ہے اور یہ بچھ بیٹھو کہ اختیارات اور حقوق میں اللہ تعالی کے بینا اس کے شکر یہ میں اللہ کے ساتھ اس کے غلاموں کا بھی حصہ ہے اور یہ بچھ بیٹھو کہ اختیارات اور حقوق میں اللہ تعالی کے بیغلام بھی برابر کے حصہ دار ہیں!

شایدلوگوں کو غلاقہ کی ﴿ اَفَینِ عُمَةِ اللّٰهِ یَجْعَدُ اُوْنَ ﴾ کے الفاظ سے ہوئی ہے۔انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ اپنے زیر دستوں کی طرف رزق نہ پھیر دینا ہی اللّٰہ کی نعمت کا انکار ہے۔ حالانکہ جو تحض قر آن میں پھی بھی نظر رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللّٰہ کی نعمت کا شکر یہ غیر اللّٰہ کو ادا کرنا قر آن کی نگاہ میں اللّٰہ کی نعمتوں کا انکار ہے۔ فرض کریں کہ آپ ایک ضرورت مند پر ترس کھا کراس کی مدد کرتے ہیں اور وہ اٹھ کر آپ کے سامنے ایک دوسر بھی آدمی کا شکر یہ ادا کرتا ہے 'تو آپ یہ ضرور جھیں گے کہ یہ ایک احسان فر اموش آدمی ہے' کیونکہ اس شخص کی اس حرکت کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس کی جو مدد کی ہے وہ اپنی فیاضی کی وجہ سے نہیں کی ہے بلکہ اس دوسر ہے خص کی خاطر کی ہے اور آپ کوئی رحیم اور شفیق انسان نہیں ہیں بلکہ خض ایک دوست نو از اور یار باش آدمی ہیں۔ چند دوستوں کی خاطر کر دیتے ہیں' ورنہ آپ سے کسی کو پھی فیف کی خاطر کر دیتے ہیں' ورنہ آپ سے کسی کو پھی فیف حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے قرآن میں یہ بات بطور ایک قاعدہ کلیہ کے پیش کی گئی ہے کہ حن کے احسان کا شکر یہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے قرآن میں یہ بات بطور ایک قاعدہ کلیہ کے پیش کی گئی ہے کہ حن کے احسان کا شکر یہ غیر محن کو ادا کرنا در اصل محسن کے احسان کا انکار کرنا ہے۔

نعمتِ اللّٰہی کے انکار کا یہ مفہوم مجھ لینے کے بعد ﴿ أَفَیبِنِعُمَةِ اللّٰہِ یَجْحَدُ وَنَ ﴾ کا یہ مطلب صاف مجھ میں آجا تا ہے کہ جب لوگ خود اپنی زندگی میں مالک اور نوکر کا فرق ہر وفت ملحوظ رکھتے ہیں تو پھر کیا ایک اللّٰہ ہی کے معاملہ میں ان کواس بات پراصرار ہے کہ اس کے بندوں کواس کا شریک قرار دیں اور جونعتیں اس سے پائی ہیں ان کا شکریاس کے بندوں کوارا کریں۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)







نوٹ ؟: آیت ٣ ٤ میں ہے کہ اللہ کے لیے مثالیں مت بیان کرو۔ اس کا مطلب بیہ ہے کہ اللہ کو و نیوی باوشا ہوں پرمت قیاس کرو کہ جس طرح کوئی ان کے مصاحبوں اور درباری ملاز مین کے توسط کے بغیران تک اپنی درخواست نہیں پہنچاسکتا اسی طرح اللہ کے متعلق بھی تم یہ گمان کرنے لگو کہ وہ اپنے قصر شاہی میں ملا تکہ اور اولیاء کے درمیان گھرا بیٹھا ہے اورکسی کا کوئی کا م ان کے واسطوں کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ (تفہیم القرآن)

# آیات ۵۷ تا ۸۷

﴿ ضَرَبَ اللهُ مَقَلًا عَبُمًا قَمْلُوكًا لَآ يَقْبِرُ عَلَى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنهُ مِتَّا رِزُقًا حَسَنًا فَهُو يُنفِقُ مِنْهُ مِثَّا رِزُقًا حَسَنًا فَهُو يُنفِقُ مِنْهُ مِثَّا وَتُجَهُرًا هَلُ يَسْتَوْنَ ﴿ اَلْحَبُلُ لِلْهِ ﴿ بَلُ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَبُونَ ﴿ وَضَرَبَ اللهُ مَقَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَلُهُمْ اَلَّ يَكُونُ عَلَى شَوْلِهُ لَا يَعْلَبُونَ ﴿ وَمَن يَلُومُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءً وَهُو كَلَّ عَلَى مَوْلِهُ لَا يُعْلَيُو جِهُهُ لَا يَأْتِ مِن اللهِ عَلَى مِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿ وَمَن يَأْمُرُ لِالْعَلٰ لِا وَهُو عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿ وَلَا يَعْلُمُ لِا لَكُمُ لِللَّهُ عَلَى مُولِو مَن اللهُ عَلَى كُلُومُ وَلَا عَلَى عَلَى مِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿ وَلَا يَعْلُمُ لِا اللَّهُ عَلَى كُلُ اللَّهُ عَلَى كُلِ شَيْءً لِللَّهُ عَلَى كُلُ السَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى كُلُ السَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى كُلُ السَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى كُلُولُ اللَّهُ عَلَى كُلُولُ اللَّهُ عَلَى عَلَى مَوْ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءً لِ اللَّهُ عَلَى كُلُولُ اللَّهُ عَلَى كُلُ اللَّهُ عَلَى كُلُ اللَّهُ عَلَى كُلُ اللَّهُ عَلَى لَكُمُ السَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى لَكُمُ السَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ ا

### لمح

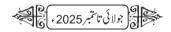
لَمَحَ يَلُمَحُ ( ف ) لَهُ مَّخًا : ستاره یا بحلی کا چمکنا' نظر کااٹھنا۔زیرمطالعہ آیت ۷۷۔

# تر کیب

(آیت ۷۵) هَلْ یَسْتَوْنَ فَعَل جُع کے صینے میں آیا ہے کیونکہ اس کا فاعل اس میں شامل هُمْ کی ضمیر ہے جو غلاموں اور انفاق کرنے والوں کے لیے ہے۔ (آیت ۷۷) هَلْ یَسْتَوِیْ فَعَل واحد کے صینے میں آیا ہے کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہے جو هُوَ اور مَنْ ہے۔ (آیت ۷۸) لَا تَعْلَمُونَ یہ پورا جملہ اَخْرَ جَکُمْ کی ضمیر مفعولی کُمْ کا حال ہے۔

#### ترجمه:

الله عَبُرُ الله عَبُلُو گَا : ایک مثال الله عَبُرًا الله عَبُرًا الله عَبُرُ الله عَلَى شَيْءَ عَبُرَ الله عَلَى شَيْءَ عَبُرَ الله عَلَى شَيْءَ عَبُرُ الله عَلَى الله عَلَى الله عَبُرُ الله عَبْرُ الله عَبُرُ الله عَبْرُ الله عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَبْرُ الله عَبْرُ اللهُ عَلَمُ عَبْرُ الله عَبْرُ الله عَبْرُ الله عَبْرُ الله عَبْرُ اللهُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَلَمُ عَا



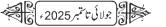




هَانُ دَسْتَهُ نَى: كياوه سب برابر ہوتے ہيں؟ لله: الله کے لیے ہے أَكْثَةُ هُمْ :ان كِاكثر وَضَرَبَ اللَّهُ : اوربيان كي الله ن رَّجُلَيْنِ: دوآ دميول كي أَبُكُمُ : كُونگاب عَلَىٰ شَيْءٍ: كَسَ چِيز يِر عَلَىٰ مَوْلِيهُ: ایخ آقایر يُوجِّهُ أَ: وه بَهِجِبَا بِاس كو ہِخَیْرِ: کوئی بھلائی هُوَ لاَ وَمَنْ : وه اوروه څخص جو بِالْعَدُلِ: انصاف كا عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمِ: ايكسير على راه يرب غَيْبُ السَّمَوْتِ وَالْأَرْضِ : آسانوں اور زمين كاغيب أَمْرُ السَّاعَةِ: قيامت كاحكم كَلَمْهِجِ الْبَصَيرِ: چِيثمِ زدن كي ما نند آقُرِ بِ: زياد ه قريب ہو عَلَى كُلَّ شَيْءٍ: ہر چیزیر وَاللَّهُ : اور الله بي نے مِّنْ بُطُونِ أُمَّهٰتِكُمُ: تمهارى ماؤل ك پیٹول سے شَيْئًا: كُهِ جَي لَكُمُ :تمهارے ليے وَالْأَبْصَارَ: اور بصارتیں ( آئکھیں ) لَعَلَّكُمْ : شايد كهُم لوك

وَّجَهُرًا: اورنما بال كرتے ہوئے آنچینهٔ: تمام شکروسیاس بَلْ: بلكه (يعنى ليكن) لَا يَعْلَمُهُ نَ: حانة نهين بين مَثَلًا: ایک مثال أَحِدُ هُمَّاً:ان دونوں كاايك لَا يَقْدِدُ: قدرت نهيس ركمتا وَّهُوَ كَلُّ :اوروہ بوجھ ہے آيُنَمَا: جہاں کہیں لَا يَأْتِ: وهٰهِين لا تا هَلُ يَسْتَوِي : كيابرابر موتاب يَّامُرُ :حَكم كرتاب وَهُوَ : اوروه وَيِلْهِ: اور الله کے لیے ہی ہے وَمَا : اورنہیں ہے إلَّا :مَّر آؤهُوَ : ياوه إِنَّ اللهَ: بِشُك الله قَى يُوعُ: قدرت ركھنے والا ہے آخْدَ جَكُمْهِ: نكالاتم لوگوں كو لَا تَعْلَمُونَ: تم لوكنهيں جانتے تھے

وَّ جَعَلَ: اوراس نے بنائے السَّمْعَ: ساعت (کان) وَالْدَّفْئِدَةَ: اور دل (ادراک کی صلاحیتیں) تَشُکُرُوْنَ: حَق مانو تَشُکُرُوْنَ: حَق مانو







# 7729277

ٱلَمۡ يَرَوُا إِلَى الطَّلَيۡرِ مُسَخَّرْتٍ فِي جَوِّ السَّمَآءِ ۚ مَا يُمۡسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَا يُتِ لِّقَوْمِ يُّوْمِنُونَ۞ وَاللهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ 'بُيُوتِكُمْ سَكَنَا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ جُلُودِ الْاَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَغْنِكُمْ وَيَوْمَ إِ قَامَتِكُمْ لاَ وَمِنْ آضُوَافِهَا وَآوُبَارِهَا وَآشُعَارِهَا آثَاثًا وَّمَتَاعًا إلىٰ حِيْنٍ۞ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ قِيَّا خَلَقَ ظِللَّا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ۞ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَالْغُ الْمُبِيِّنُ۞ يَعْرفُونَ نِعْمَتَ اللهِ ثُمَّ يُنْكِرُ وَنَهَا وَآكَثَرُهُمُ الْكُفِرُونَ ٣

## ظعن

ظَعَنَ يَظُعُنُ (ف) ظَعْنًا : سفر پرروانه مونا ' كوچ كرنا\_ز يرمطالعه آيت ٥٠-

## ص و ف

صَوفَ يَصْوَفُ ( س ) صَوَفًا :ميندُ هے كابہت أون والا ہونا۔ صُوْفٌ نَ أَصْوَافٌ (اسم ذات): أون زيرمطالعه آيت ١٨٠

#### <u>و بر</u>

وَبِرَ يَوْبَرُ (س) وَبَرًا : بهت پشم والا مونا\_

وَبَرُوحَ أَوْبَارٌ (اسم ذات بھی ہے): پشم خرگوش کے زم بال رز برمطالعہ آیت ۸۰۔

آتَّ رَبُّوتُ مُّ (ن) أَثَاثًا : كَهنااور كُنجان مِونا ' بكثرت مونا\_

آثات (اسم زات بھی ہے): گھر گرہستی کاوافر سامان \_زیرمطالعہ آیت • ۸ \_

أكَمْدِيرَةُ إِن كَيَالْهُولِ نِي غُورْمُهِيلِ كَيَا

مُسَخَّرْتٍ: (كيسےوہ)سدھائے ہوئے ہیں

مَا يُمْسكُهُ بَيِّ :نهيس تهامتاان كو( كوئي )

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ : بِشُكُ السَّمِيل

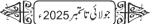
لِّقَوْمِ : ایسے لوگوں کے لیے

وَاللَّهُ : اور الله بي نے المحمت قرآن 🖫

في جَوِّ السَّمَآءِ: آسان كى فضامين إلَّا اللهُ : مَكر الله لَا يُتِ : يقيناً نشانان ہيں يَّةُ مِنُونَ: جوايمان لاتے ہيں

إِلَى الطَّلَيْدِ: يرندون كَى طرف

حَعَلَ لَكُهُ: بنا یاتمہارے لیے





سَكُنًا: آرام مِّنْ جُلُوْدِ الْأَنْعَامِ : جو يايوں كى كھالوں سے تَسْتَخِفُّوْنَهَا جَمُ لُوك لِهَا يات بوجن كو وَيَوْهَم إِقَامَتِكُمُ : اور اپنی اقامت كرنے وَأَوْبَارِهَا :اوران كي پشمول سے آ أَتَا أَنَا: (اس نے بنائے ) کچھگرہتی کے سامان إلىٰ حِيْنِ: ايك مِّرت تك جَعَلَ لَكُمْ : بنایاتمہارے لیے ظللا: کھسائے مِّنَ الْجِبَالِ: بِهارُوں میں سے وَّجَعَلَ لَكُمْ : اوراً س نے بنائے تمہارے لیے تَقِيْكُمُ : وہ بحاتے ہیںتم کو وَسَرَ ابِيْلَ: اور يَحْمُرتَ تأسُّكُمْ :تمهارى جنك ميں يُتِحُّرُ: وه يوري كرتا ہے عَلَيْكُمْ :تم لوگول ير تُسْلِمُونَ: فرمان برداري كرو فَيَانَّهَا : تو بچھ بیں سوائے اس کے کہ الْبَلْغُ الْمُبِينُ : واضح طور يريبنيادينا ب نعتت الله : الله كانعت كو يُنْكِرُ وْنَهَا: انكاركرتے بين اسكا الْكُفِرُونَ: ناشكرى كرنے والے ہيں

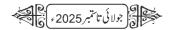
مِّنْ بُيُوْتِكُمْ : تمہارے گھروں سے وَّجَعَلَ لَكُمْ : اوراس نے بنائے تمہارے لیے بُیُوْتًا : کچھ گھر

يَوْهَ ظَعْنِكُمْ السِيْكُونَ كرنے كون

وَمِنْ أَصْوَافِهَا : اوران كاونول سے وَأَشْعَارِهَا : اوران كي بالول ت وَّمَتَاعًا : اور کچھ برتنے کی چیزیں وَاللَّهُ: اور الله بي نے قِمْتًا خَلَقَ:اس سے جواُس نے پیدا کیا وَّجَعَلَ لَكُمْ : اورأس نے بنائے تمہارے لیے آڭتانا: كچھفار سَرَابِيْلَ: يَجُهُرُتِ الْحَرَّ : گری ہے تَقِيْكُمْ : وه بحات بين تم كو كَذٰلِكَ: اسطرت نعُمَتَهُ : این نعمت کو لَعَلَّكُهُ: شايدتم لوك فَإِنْ تَوَلَّوْا : كِهِرا كُروه لوگ منه كِهيرتے ہيں ا عَلَىٰكَ: آبُ ير يَعُرِفُونَ: وه يجانة بين ثُمَّرَ : كِر ( بَهِي )

# آیات ۸۳ تا ۸۹

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْمًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّانِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿ وَإِذَا رَا الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَا هُمْ يُنْظُرُوْنَ ﴿ وَإِذَا رَا الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا







وَأَكْثَرُهُمُ اوران كِ اكثر

شُرَكَآءَهُمۡ قَالُوۡارَبَّنَا هَوُٰلآءِ شُرَكَآوُٰنَا الَّذِيۡنَ كُنَّا نَنۡعُوۡامِنۡ دُوۡنِكَ ۚ فَاَلۡقَوۡا اِلَيۡهِمُ الْقَوۡلَ إِنَّكُمْ لَكُذِبُونَ ﴿ وَٱلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِنِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿ ٱلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ زِدْنْهُمْ عَنَابًا فَوْقَ الْعَنَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُونَ ۞ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْمًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْمًا عَلَى هَؤُلَاءُ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتْبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدَّى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرَى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿

عتب

عَتَبَ يَغُتُبُ (ن) وَعَتَبَ يَغْتِبُ (ض) عَتْبًا : فَفَى كرنا طامت كرنا آغتیب (افعال) اِعْتَابًا: ناراضگی کےسبب کودور کرنا مکسی کوراضی کرنا۔

مُعْتَبُ (اسم المفعول): راضى كيابوا: ﴿ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْهِ مِّنَ الْمُعْتَبِينِينَ ﴾ (خم السجدة) ''اورا گروہلوگ رضامندی چاہیں گےتو وہنہیں ہوں گےراضی کیے ہوؤں میں ہے۔''

اِسْتَعْتَبَ (استفعال) اِسْتِعْتَابًا: كسى كى رضامندى چاہنا كسى كومنانا۔ زيرمطالعه آيت ٨٨ \_

وَيُوْهَرِ نَبْعَثُ:اورجس دن ہم اٹھائیں گے شَهِيْلًا: ايك گواه

لِلَّذِينَ كَفَرُوا : ان كوجنهول نے كفركيا يُسْتَعْتَبُوْنَ: منائع جائيس كَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا: وه لوگ جنہوں نے ظلم کیا فَلَا يُخَفَّفُ: تووه بلكانهين كيا جائے گا وَ لَا هُمْ : اورنه ہی وہ لوگ وَ إِذَارًا : اورجب ديكھيں گے شُرِّ كَأَءَهُمْ :اپنشريك كيے ہووُل كو

رَتَّنَا: اے ہمارے ربّ شُرَكَا وُنَا الَّذِينَ : جارے وہ شريك كيے

مِنْ دُوْنِكَ: تيرے علاوہ اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ:ان مشركون كى طرف اس بات كو

33

هَوُ لاَءِ: ١٠٠٠

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ: برأمت سے ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ: پھراجازت نہیں دی جائے گ ( بولنے کی )

> وَ لَا هُمْ :اورنه ہی وہ لوگ وَ إِذَا رَأَ : اور جب ديكھيں گے

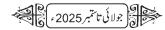
الْعَنَابَ:اس عذاب كو عَنْهُمْ:ان سے

يُنظُرُونَ: مهلت دے مائس گ الَّذِينِينَ أَثَهُرَ كُوا : وه جنهون في شريك كما

قَالُوْ ا: تووه کہیں گے

كُنَّا نَدُعُوا: ہم يكاراكرتے تھے

فَأَلْقَوُا: تووه (شركاء) ڈالیں گے إِنَّكُمْ :( كه) بِ شكتم لوگ



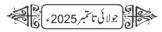


ہوئے جن کو

وَٱلْقَوْا:اوروه (مشرك) لوگ ڈالیں گے يَوْ مَبْدُن السَّلَمَدِ: السردن مكمل اطاعت عَنْهُمْ :ان سے كَانُوْ ا يَفْتَرُوْنَ: وه لوگ گھڑتے تھے وَصَدُّ وَا: اورانہوں نے روکا (لوگوں کو) ز دُنْهُمُ: ہم بڑھائیں گےان کو فَوْقَ الْعَذَابِ: اس عذاب كاوير كَانُوْا يُفْسِدُونَ: وه لوكُ نظم بِكَارُتِ تَصِي فِي كُلِّ اُمَّةِ: ہراُمت میں سے عَلَيْهِمْ :ان ير (يعني ان كے خلاف) وَجِئْنَا بِكَ: اورجم لائيل كَآيكو عَلَى هَٰؤُلاءِ:ان لوگوں ير عَلَيْك الْكِتْب: آت يراس كتاب و لِّكُلِّ شَيْءِ: ہرچیز کے لیے وَّرَ حُمَّةً : اور رحمت لِلْهُ شَلِيمةُ بَنَ: فرما نبرداري كرنے والوں كے ليے الکٰدِبُونَ: یقیناً جموت کمنے والے ہو
الکی اللہ : اللہ کی طرف
وَضَلَّ: اور بَصِنگ (یعنی گم ہو) جائے گا
میّا: وہ جو
الّذِیدُن کَفَرُوٰ : وہ لوگ جنہوں نے تفرکیا
عَنْ سَدِیدُلِ الله : اللہ کی راہ سے
عَنْ البًا: بلحاظ عذاب کے
عِمَا : البیب اس کے جو
عِمَا: البیب اس کے جو
مِمَان الله عَدْ الله کو الله کی سبیب اس کے جو
شَمِیدُلُّ ا : ایک گواہ
وَرَدُن اِن کَا اینوں میں سے
شَمِیدُلُّ ا : ایک گواہ
وَرَدُن اِن اِن کَا اینوں میں سے
وَرَدُنُ لِنَ اَ : اور ہم نے نازل کیا
وَرُمُنُور کی : اور ہدایت

نوٹ: آیت ۸۸ میں ﴿عَنَابًا فَوْقَ الْعَلَابِ﴾ کا مطلب میہ ہے کہ ان لوگوں کو ایک عذاب خود کفر کرنے کا اور اس کے اوپر دوسراعذاب دوسرے لوگوں کو اللہ کی راہ سے رو کئے کا ہوگا۔ (تفہیم القرآن) ﷺ ﷺ









# جدیداخلاقی بحران کی فکری بنیا دیں (۱)

# ڈاکٹررشیدارشد

# مادٌ يت يسندانها خلا قيات

مغربی تصویانیان میں ایک عضراییا ہے جو مذہبی تصویانیان سے ان کی اصولی مغائرت کو اور بڑھا دیتا ہے۔ مغرب آ دمی کو بھی مادی دنیا پر قیاس کرتا ہے بعنی ایک ہی نظام وجود ہے جو کا نئات میں بھی کا رفر ما ہے اور انسان میں بھی۔ اس وجہ سے ان کا تصویا خلاق بھی ایک پہلو سے میکا کئی یعنی جبری ہے اور دوسر نے زاویے سے افادی یعنی اضافی ہے۔ مغرب کے تناظر میں انسان وجود کے اعتبار سے موجودیت کے خارجی سٹم سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ تاہم حالی شعور ووجود ہونے کی حیثیت سے اسے انتخاب کا چیننج در پیش رہتا ہے۔ انتخاب سے مرادیہ ہے کہ شعور کی ضرور تمیں ایک سے زیادہ چیزوں سے پوری ہو سکتی ہیں اسے ایک اجتماعی موقف اختیار کرنے کے لیے ان میں سے کسی ایک کو چننا پڑتا ہے کیونکہ انسانیت اگر خود مکتفی افراد کا باہم لا تعلق مجموعہ ہوتی تو انتخاب کی حاجت نہ رہتی۔ چونکہ ایسانہیں ہے 'پونظام فطرت کے خلاف ہے' لہٰذا انسان اپنی اجتماعیت کے گل کو فطرت میں کا رفر مااصولی تعلق کی پابندی کرتے ہوئے برقر اررکھنا چاہتا ہے۔ صاحب شعور نوع ہونے کی بدولت اسے پچھ کار فر مااصولی تعلق کی پابندی کرتے ہوئے برقر اررکھنا چاہتا ہے۔ صاحب شعور نوع ہونے کی بدولت اسے پچھ کے کر فیا کرنے بیاں کے سواکوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا کہ انسان کا میکائی دروبست مطلق ہے اور ذہنی واخلاقی ہیئت اضافی ہے۔

انسان کو وجود و شعور کے مجموعے سے تعبیر کرنے کا پیمل بالکل درست ہے'لیکن مغرب نے ان کے درمیان الیں دوختی پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے انسان کی کوئی الیم تعریف ممکن نہیں رہی جوغیر متغیر اطلاقی حالت میں اس کی کلیت کا احاطہ کر سکے۔ انسان و جود میں مطلق اور شعور میں اضافی ہے۔ بیا یک ایسا مفر وضہ ہے جسے مان کر بیہ کہنا صحیح ہوجا تا ہے کہ انسان ایک چیز ہے جو دوسری چیز ول سے اتنی ہی بات پر ممتاز ہے کہ بیخود کو چیز نہ سجھنے کا تخیل باندھ سکتا ہے۔ فہ بی تعبیر کے مطابق' انسان کا کنات ہی کی طرح مرتبۂ خلق میں ہے' جو حق کا شعور اور اس شعور کی بنیاد پر ذہنی اور علمی فیصلے کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ حق سے منسوب ہوئے بغیر انسان قابل تعریف بنیاد پر ذہنی اور علمی فیصلے کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ حق سے منسوب ہوئے بغیر انسان قابل تعریف بنیاد پر ذہنی اور مطلق قدروں پر استوار رکھتی ہے جبکہ اس کے طلقی و جود کی سطح کو اکثر مخلوقات سے ممتاز بھی رکھتی ہے۔ مغربی تصور کے برخلاف انسان کا ماد و تعریف و جود نہیں' شعور ہے۔ یہ سطح کو اکثر مخلوقات سے ممتاز بھی رکھتی ہے۔ مغربی تصور کے برخلاف انسان کا ماد و تعریف و جود نہیں' شعور ہے۔ یہ



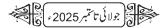


شعور حق کی نسبت سے مطلق مواقف رکھتا ہے اور خلق کے تعلق سے متغیر اور اضافی ہے۔ مغرب چونکہ انسان کو تعلق بانخلق کے دائر ہے سے باہر مانتا ہی نہیں' لہذااس کے لیے اخلاق وغیرہ میں اضافیت کا موقف رکھنا عین فطری ہے۔ لیخی اس صورت حال میں اس کے سواکوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔

ہمارے یہاں انسان خلق کے دائرے میں رہتے ہوئے جن کی نسبت سے ایک مادرائیت استان خلق کے دائرے میں رہتے ہوئے جن کی نسبت سے ایک مادرائیت (Transcendence) بھی رکھتا ہے۔ اس لیے عقا کد اور اصولِ اخلاق کا مطلق اورغیر متغیر ہونا ہم طرح سے کیونکہ انسان وجود کی اضافیت کے ساتھ شعور کے استقلال کی سہارر کھنے والی ہستی ہے۔ اس کی اضافیت بھی اس کے شعور میں حاضر جو ہم اطلاق سے متفاد ہے اور اس کے کمال کی منافی نہیں ہے۔ استے بڑے ٹر اور کی ساتھ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم اعتقادی اور اضلاقی سطح پر مغرب کے ساتھ کوئی ایسالین وین کر سکیں جودو مختلف تہذیبوں میں پایا جاتا ہے اور ان کی تقویت کا ذریعہ بنتا ہے۔ بیت تضاد اتنا بڑھا ہوا ہے کہ خالص و نیاوی علوم اور معاملات میں بھی ہم مغرب سے ایک محفوظ فاصلہ رکھنے پر مجبور ہیں اس اندیشے سے کہ ہمیں خاتی تو مغرب کا اور معاملات میں بھی ہم مغرب سے ایک محفوظ فاصلہ رکھنے پر مجبور ہیں اس اندیشے سے کہ ہمیں رہ کر دیکھیں تو مغرب کا تصور خیر محفی اس و نیا تک محدود ہے اور فوری افادیت سے مشروط ہے جبکہ ہمارا اخلاقی شعور بلکہ اخلاقی مزاح صرف د نیا تک محدود ہے اور فوری افادیت سے مشروط ہے جبکہ ہمارا اخلاقی شعور بلکہ اخلاقی مزاح کے بیت خالف تی نبیا ویر مغرب جیزوں کے ردو قبول اور تصدیق و تکذیب کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہم اپنے اخلاقی تصورات کواس منطق سے بھی ثابت کر سکتے ہیں جس کی بنیا دیر مغرب چیزوں کے ردو قبول اور تصدیق و تکذیب کا فیصلہ کرتا ہے۔

جہاں تک نیچرل سائنسز کا تعلق ہے'اس کے راستے مادیت پنداندر جمان جدید تہذیب کا خاصہ بنا۔ کئی مفکرین اور محققین نے بیثابت کیا کہ مغربی تہذیب میں رائج مادیت پندی اور اس پرقائم دنیاویت کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس مادیت پنداندر جمان کی وجہ سے مغربی معاشر کا اخلاقی انحطاط سے دو چار ہونا آسانی سے سمجھ آتا ہے۔ مثال کے طور پر اپنی کیوریس نے نیکی اور بدی کولڈت اور تکلیف کے مساوی قرار دیا تھا۔ وہی روش اپنی ارتفائی منازل طے کرتی ہوئی معاصر مغربی تہذیب میں اپنے جوہن پر ہے۔ لذتوں کے حصول کے لیے سرانجام دی جانے والی ہرسر گرمی کو اخلاقی اور قانونی جواز حاصل ہے۔ جدید اخلاقیات کے اصول بھی ان ہی پہلوؤں کو گرنظر رکھ کرتھیل دیے جاتے ہیں کہ انسان کوزیادہ سے زیادہ مزوفراہم کیا جائے۔

نیوٹن کی طبیعیات نے کا ئنات کے میکا نکی تصور کوفر وغ دیتے ہوئے اخلاقیات پر بھی اثر ات مرتب کیے۔
نیوٹن کے ذاتی اعتقادات سے قطع نظراس کی طبیعیات سے برآ مدہونے والے نتائج نے وجو دِخدا کی محلیت ، قدرتِ
خداوندی اور انسانی اعمال کی احتسابی کو خارجی معروض میں بے معنی مشہرا دیا۔ بعد از ان کانٹ کی فکر میں ایک آزاد ،
خودمختار عقل کا تصور پایا جاتا ہے۔ کانٹ اسی تصور عقل کو بنیاد بناتے ہوئے جب روش خیالی کی تعریف متعین کرتا
ہے توانسانوں کے آزاد مختار ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ اخلاقیات کاسب سے افضل رہنماانسانی عقل کے سواکوئی نہیں۔
روایتی اخلاقیات کی تکون میں اخلاقی معیارات اور معنویت کا ماخذیا authority ، اخلاقی عمل کی انجام دہی







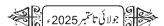
کا سیاق و سباق اور خدائی احکامات پر جواب دہی شامل تھے۔اس تکون کی امتیازی خصوصیت میں ذاتِ خدا کی مارکزی حیثیت اوران تینوں اجزاء کے ایک دوسرے سے لازی تعلق کی استواری شامل ہے۔ تکون کی بالائی مسندید ذاتِ خدا کی وجہ سے نچلے دواجزاء کا آپسی اختلاف یا تضادمکن نہیں تشہرا۔

جب ہم طبیعی پرستانہ اخلا قیات کی تکون کا جائزہ لیس تو وہ روا بتی اخلا قیات سے ہر لحاظ سے الٹ نظر آئے گی۔اس کی رُوسے کسی مافوق الفطرت ماوراء ہستی کا وجوز نہیں نیر وشر کا کوئی معیار طے شدہ نہیں انسانی اعمال کی معنویت کا کوئی تعین نہیں محض نتا تجیت پسندا نہ رو تیوں اور تکنیک کی ترویج نظر آئے گی جومقا بلے کی دنیا میں آدمی کے لیے بقا کا سامان فراہم کر سکیں۔ جہاں تک اعمال کی انجام دہی کے سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ تاریخی دھارے سے کٹا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی نگران مابعد الطبیعی حقیقت ہی کوئی نہیں۔

#### تضوّرِ خدا کی بے محلیت

روایتی یا نہبی ادوار میں اخلاقیات کا ندہب سے گہراتعلق موجودرہا ہے۔شروع سے اخلاقیات کے بارے بہی تصور رہا ہے کہ بیہ خصرف ندہب سے جڑی ہوئی ہیں بلکہ ان کی تشکیل سازی اور انتظام وانصرام بھی ندہب کی بدولت ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس فکر کے حامل لوگ اخلاقیات کے ضمن میں زیادہ نظریات کی عمل پیرائی سے واقف نہیں سے کے کوئکہ ان کے ہاں ایک صالح زندگی بسر کرنے کے لیے بدایات کی صورت میں ایک رہنمائی موجود رہتی تھی ۔ بیرہنمائی ما فوق الفطرت ذات یعنی خداکی طرف سے وتی کی صورت میں انسانوں سے خاطب ہو کر بھیجی جاتی تھی ۔ خدا کے بیغام یا بدایت کو بن نوع انسان تک بہم پہنچانے کی ذمہ داری پیغیمروں پر عائد تھی ۔ خدائی احکام کی نافر مانی یا تھم عدولی سزا پر ہنتج ہوتی ۔ انیسویں صدی عیسوی کے مغرب میں جب مذہبی ایمانیات نے اپنااثر کھونا شروع کیا تو کئی مفکرین نے محسوس کیا کہ اب اخلاقیات بھی مذہب کے ساتھ روانہ ہو بھی ہیں۔ مغرب میں منطق نافر مانی یا تو کئی مفکرین نے محسوس کیا کہ اب اخلاقیات بھی عذہب کے ساتھ روانہ ہو بھی ادکام (بالخصوص عہد نامہ سائنسی علوم اور سائنسی طریقہ کار پر قائم ساجی علوم میں نت نئی تحقیقات ہونے لگیس تو مسجی ادکام (بالخصوص عہد نامہ سے ناموافی نظر آتے ہیں۔ مسجی اخلاقیات میں گئی نقائص کی نشان دہی کی جانے لگی۔

معاصراخلاتی نظریات میں ایک غالب نظریہ طبیعیات پرستانداخلاتیات کے تصورات ہیں۔ بنیادی طور پر طبیعیات پرتی ہر مابعد الطبیعی نوع کی شے کا اکار ہے۔ اس کی رُوسے تمام ترحقیقت حواس کی دسترس میں سموئی محدود طبیعی موجودات کا مرکب ہے۔ اس کے کونیاتی تصور میں طبیعی مظاہرِ فطرت سے ماوراء کسی حقیقت کا وجود ممکن نہیں اور فطرت علّت ومعلول کے باہمی رشتہ سے وابستہ ایک متعین نظام کے تحت خود کا رطرح سے کام کر رہی ہے۔ انسانی حواس کے تجربے میں آنے والی موجودات کا کنات سے پر کے کسی ہستی توت کا کوئی وجود نہیں۔ اس نقط نظر نظر کے اس اخلاقی سوال کوجنم دیا جوعرصہ قبل افلاطون نے توضیفر و پر اہلم کی صورت میں اپنے مکا لمے میں پیش کیا تھا ' ایس اخلاقی سوال کوجنم دیا جو کی کوئلہ خدا تعالیٰ نے اس کی بجا آوری کا حکم دیا ہے یا وہ مل بذات خود خیر کین کیا کوئی کیا گا





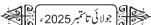


پر مبنی تھااس لیے تو خدا تعالیٰ نے اس کی بجا آوری کا حکم دیا ہے۔

اس میں ہماراموقف واضح ہے کہ اعمال کی نیکی ویری کا تعین کرنے کا اختیار خداوند بزرگ و برتر کے پاس ہی ہے۔ کی بھی عمل کے خیر کی معنویت خدا ہی اسے عطا کرسکتا ہے۔ افلاطون کے اخلاقی تصور میں ڈھکی چھی طبیعت پندی کے تحت اخلاقی اعمال کی نیکی وخیر کا معیار خدا کی ذات طخبیں کرتی بلکہ ان کا وجود وجو دِخداہے بھی ماوراء ہے۔ خدامحض ان اعمال کی حکمیے تعمیل کروا تا ہے۔ اس لحاظ سے خدا کی ذات بے کمل می محسوس ہوتی ہے۔ ایک طرف تو افلاطون نے سوفسطائی مکتب فکر سے پھوٹتی اضافیت پندی اور موضوعیت پیندی کی مخالفت کی جس سے فر دِواحد کو معیارات کے تعین کرنے کا اختیار دیا گیا تھا' دوسری طرف اخلاقی فیصلوں میں افلاطون نے انسان کو وہی اختیار تھا تھا تیات اور ذات خدا کو جدا جدا کر دیا۔ افلاطون کے تصور اخلاقیات میں وہی اختیار تھا جائے تو وجو دِ خدا کے اثباتی ہونے کے باوجود افلاطون نے ان تصورات میں اخلاقیات کے باوجود افلاطون نے ان تصورات میں شوونما یا بھے ہیں۔ اخلاقیات کے سات کے اخلاقیات کے شاور درخت کی صورت میں نشوونما یا بھے ہیں۔

طبیعیات پرست کسی الیی ما فوق الفطرت جستی سے بالکل انکاری ہیں جواخلاقی اصولوں کا منبع و ماخذ ہو۔
ان کے نزد یک اخلاقی اصولوں اوران کی معنویت کا منبع و ماخذ کہیں اور موجود ہے۔ اس گروہ کے مختلف مفکرین نے مختلف منبع و ماخذ کی نشان دہی کی۔ مثال کے طور پر کارل مارکس کے مطابق تاریخ میں کارفر ما جدلیاتی نظام نیکی و بدی کے معیارات کا تعین کرتا ہے۔ وجودیت پسندوں' بالخصوص ژال پال سارتر کے نزدیک اخلاقی معیارات کا تعین فردا پنے آزاد' خود مختار فیصلے کے ساتھ کرسکتا ہے۔ بی ایف اسکینر اور فرانسس کرک جیسے مفکرین کے مطابق اخلاقی معیارات کا تعین مخصوص تربیت یا فتہ افرادہ ہی کرستے ہیں۔ معاصر طبیعیات پرستوں نے یہ ذمہ داری افراد کو سپر دکر دی ہے کہ وہ اپنے ایجھ برے کا فیصلہ خود ہی کریں۔ میسی اخلاقیات پر جارہا نہ انداز میں جس فلسفی نے حملہ کیا وہ فریدرک نطشے ہے۔ اس نے مسیحیت کوایک تاریکی قرار دیا جوانسانی اقدار' آزادی' نفاخز'جذب اور دانش کی میں مند ہیں۔

کلا کی دور میں مذہب 'خدائی احکام اور اخلا قیات کے باہمی ربط پر پہلی نقد افلاطون نے اپنے مکالمہ یوتھیفرو میں کی جس کی رُوسے ہم نیکی اور بدی کے اعمال کوخدا سے منسوب کیے بغیر آزادانہ طور پر سرانجام دیتے ہیں۔ جد بید دور کے ایک جیوفانی کانٹ کے تصورِ اخلا قیات میں خیر اور بھلائی کے اخلاقی افعال کی انجام دہی میں سزا وجزا کی پروا کیے بغیر اور مافوق الفطرت ہستی کو خاطر میں لائے بغیرایک ڈیوٹی اور اصول کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی سختین پائی جاتی ہے۔ کانٹ نے عقل پر استوار اخلاقیات پر اتنی تاکید کی کہ اسے عبادت خداوندی کے بدل کا رتبہ دے دیا۔ کانٹ نے دینی عبادات اور اخلاقی رویوں میں جو خطِ امتیاز کھینچا وہ بعد کے جدیداذہان کے لیے مدو معاون ثابت ہوا۔ روایتی معنوں میں جس مذہب کو اخلاقیات کی بنیاد سمجھا جاتا تھا' بعدازاں اسے اساطیری کہانی کا معاون ثابت ہوا۔ روایتی معنوں میں جس مذہب کو اخلاقیات کی بنیاد سمجھا جاتا تھا' بعدازاں اسے اساطیری کہانی کا







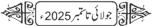
درجہ دے کرایک علامتی نمائش متصور کیا گیا۔ روسی ناول نگار فیودور دستونسکی نے اپنے ایک ناول میں بیسوال اٹھایا کہا گرخدا کا وجودنہیں ہے تو میرے نیک اعمال کرنے اور راست گور ہنے کا آخر کیا جواز فراہم کیا جاسکتا ہے! اگر وجو دِخدانہیں ہے تو کیا ہر برے عمل کی اجازت ہے؟

اخلاق دوآ دمیوں کا نظام تعلق ہے جو تیسرے کی نگرانی ورہنمائی میں بنتا اور چلتا ہے 'یہ تیسری ذات خدا ہے۔ مغرب اس تیسرے سے محروم ہے اور اس محرومی کی وجہ سے خیر کے آئیڈیل سے دست بردار ہوکرا فادیت 'آزادی' امن وسلامتی وغیرہ کے فروئی تصور ات میں بناہ ڈھونڈ تا ہے 'حالانکہ یہ تمام اقدار خیر کے تصور پر زیادہ مضبوطی اور زیادہ تنوع کے ساتھ استوار رہ سکتی ہیں۔ ان کھلوں کو درخت سے محروم کردینے کا نتیجہ خود مغرب اب بھگت رہا ہے کہ سارے کھل گلئے مٹر نے کے مل سے گزرر ہے ہیں۔ تمام جدید مغربی اقدار میں ایک گھنا و نا پن اور خلا داخل ہوتا جارہا ہے۔ یہ سب صرف اس وجہ سے ہے کہ چیزوں کو ان کے خالق اور حاکم سے منقطع کر کے طور فاضل مورنے کی مجنونا نہ کاوش کی جارہی ہے۔

ہمارے علم واخلاق کا اصلِ اصول میہ ہے کہ خدا' شعور ووجود دونوں کی binding حقیقت ہے۔ موجود اور معدوم ہونے کے تمام احوال' خدا کو مستقل مسلّمہ بنائے بغیر قائم ہی نہیں کیے جاسکتے ۔ انسان سمیت میں کا نئات محض کفظوں کا مجموعہ ہے جس میں معنویت کا دارو مدار خدا کو ماننے اور جاننے پر ہے ۔ اس ہمہ گیراٹل فضا میں مغرب کے لیے کسی بھی طرح کی قبولیت کی کوئی جگہ نہیں نگلتی ۔ جب تک اپنے بالکل مختلف ہونے پر مدّل اور عملی اصرار نہیں کریں گئے مغرب کا تسلّط بھی نہیں ٹوٹے گا۔

یہ کہنا کہ اخلاق کے لیے خدا کو مانے کی ضرورت نہیں ایک مہمل اور لغوبات ہے۔خدا کے لفظ کوتھوڑی دیر کے لیے استعال نہیں کرتے اور اپنے خیال کواس طرح ادا کرتے ہیں کہ انسان کی اخلاقی تشکیل و بحیل کا پورا نظام یہ تقاضا رکھتا ہے کہ ہمہ گریملم اور قدرت رکھنے والی کوئی فعال اتھارٹی اس نظام کی بنیاد ڈالے اس کی نگرانی کرے خلاف ورزی پر مزادے نعیل پر جزادے اور شرمندگی پر معاف کردے۔ان اجزا کوخارج کردیا جائے توانسان کے لیے کوئی اخلاق ماڈل قابلِ تصور ہی نہیں رہتا۔ اخلاق رضا کارانہ جواب دہی کا نام ہے الی جواب دہی جس سے مفر کا کوئی راستہ نہ ہو۔ یہ واہمہ اخلاق کی اپنی فطرت سے مناسبت نہیں رکھتا کہ انسانی اجتماعیت کوخیر کی قدر پر خدایا کسی ابدی اتھارٹی کو مانے بغیر فرض بھی کیا جاسکتا ہے۔اخلاق کے لیے خدا کا ناگزیر ہونا تو ہم نے اوپر عرض خدایا کسی ابدی اتھارٹی کو مانے بغیر فرض بھی کیا جاسکتا ہے۔اخلاق کے لیے خدا کا ناگزیر ہونا تو ہم نے اوپر عرض کردیا 'اب بید کی بھنا ہے کہ دین یا صاف لفظوں میں کہیں تو اسلام' انسان کی اخلاقی ترقی اور پختگی میں رخنہ ڈالتا ہے کہ دین یا صاف لفظوں میں کہیں تو اسلام' انسان کی اخلاقی ترقی اور پختگی میں رخنہ ڈالتا ہے اپنے نو کلا یکی دور میں مغرب نے رہونا تی ہی کے بھی مسلم ریاستیں' معاشرے اور افراد وطبقات مغرب کواس خیال پر ثابت قدم رہے کا مواد فرا ہم کر رہے ہیں۔ اس صورت حال سے جھوٹ ہو لے بغیرا نکارئیس

39



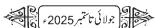


کیا جاسکتا کہ دین دار طبقے کے اخلاقی مظاہر' ہے دین طبقے کے اخلاقی روّیوں سےصور تأبہت پست ہیں۔مظاہرِ اخلاق کے معاملے میں دیکھا جائے تو مذہبی لوگوں اور قوموں کی بہت ہی بڑی اکثریت اس سے بالکلیہ محروم ہے جب کہ بیصورتِ حال ان افراد واقوام کی نہیں ہے جولا دین ہیں۔ بیموازنہ تقابل اوراس کے کھلی آئکھوں سے نظر آنے والے ٹھوس نتائج مذہب کی اخلاقی ناگزیری کو واجب القبول نہیں رہنے دیتے۔

مغرب کے ساجی اور ریاستی مظاہروہاں کے اس دعوے کوتقویت پہنچانے کے سوا کچھنہیں کررہے ہیں کہ خدا کو ماننا نہ صرف بیر کہ اخلاقی لا زمنہیں ہے بلکہ انسان کے اخلاقی وجود کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ بیر بات ماننی چاہیے کہ مسلمانوں کا کوئی اجماعی اسٹر کچرا بیانہیں جواسلام کی روایت سے باہرر ہنے والوں کے لیے اخلاقی خُجّت بن سکے' بلکہ دین جہاں جہاں بھی ایک اجتماعی عمل میں ڈھلا ہے وہاں سب سے زیادہ نمایاں چیز اخلاقی پستی ہی ہے۔ یہ بات مدارس سے لے کروین کے نام پر بننے والی تمام سیاسی وغیر سیاسی جماعتوں پر معمولی فرق کے ساتھ صادق آتی ہے۔ سرِ دست اسلام کا کوئی ایسااجتاعی ادارہ پاسٹم وجودنہیں رکھتا جو دین کی طرف اخلاقی کشش پیدا کر سکے یا یہ باورکروا سکے کہانسان کی آئیڈیل اجتاعیت کوجن اخلاقی بنیادوں کی ضرورت ہےوہ خدا کو ماننے اور دین پر چلنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہیں۔ واقعی صورتِ حال بیہ ہے کہ مختلف عنوا نات سے دین اور فطری اخلاق میں تصادم کی الیی صورتِ حال پیدا کر دی گئی ہے جس کا خاتمہ دستیاب دینی فکر وعمل ہے ممکن نہیں ہے۔اس سے بھی بڑھ کرالمیہ بیہ ہے کہ دین اوراخلاق میں تصادم کی موجودہ صورتِ حال کو دور کرنے کی کوشش' دینی حلقوں میں پزیرائی سےمحروم رہتی ہے۔مختصر یہ کہ کسی بات کواینے ثبوت اورصحت کے لیے جن وا قعات و مشاہدات کی حاجت ہوتی ہےوہ سب مغرب کومیسر ہیں۔ایس بے بسی کے ماحول میں جمیں بیآ واز بلند کرنی ہے کہ انسان کی اخلاقی تشکیل توفطری ہے مگر تکمیل وی کی رہنمائی کے بغیر محال ہے۔ دنیا ہم سے پوچھنے کاحق رکھتی ہے کہ: آپ کو دحی کی رہنمائی' متن اور شخصیت دونوں صورتوں میں نہایت ہی قابلِ اعتماد سطح پرمیسر ہے' پھرآپ لوگ اخلاقی سطح پراتنے پیت کیسے رہ گئے؟ ہم اپنی موجودہ اخلاقی در ماندگی کے ساتھ مغربی لا دینیت کا تو ژنہیں کر سکتے ۔ ہمارے پاس اس کے سواکوئی راستہ نہیں ہے کہ صاف لفظوں میں بیا قرار کریں کہ ہم اپنے دین کے نظام اخلاق کے نمائند نے نہیں ہیں بلکہ ہمارا رویہ دین سے لاتعلقی کے مظاہر پر مبنی ہے۔ یہاں سے بات شروع کیے بغیر ہم دین کے اخلاقی نظام کونہ خور مجھ سکتے ہیں نہ دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔

## نفسياتى اخلاقيات

سوشل سائنسز میں رائج نظریے کے مطابق جدیدآ دمی اب ایک'' نفسیاتی آ دمی'' بن چکاہے جواپنی شاخت جدیدیت کے حوالے سے کروا تا ہے جبکہ روایتی مذاہب اور ثقافت کا رد کرتا ہے۔ بیآ دمی زندگی کی معنویت کو معاشرتی (اجتماعی) کی بجائے ذاتی (انفرادی) نفسیاتی حوالے سے تلاش کرتا ہے۔ جدیدآ دمی بریگانگی کا شکار اور نرگسیت میں مبتلا ہے۔ جہاں تک کسی اخلاقی نظریے سے وابستگی کا معاملہ ہے' اس کی پناہ انا نیت پہندی میں ہے۔







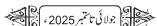
جدیدانسان کے اس باطنی خلا کو پُرکرنے کے لیے جدیدنفسیات نے جدید معاشروں میں ایک مقبولِ عام نظام کے طور پراپنے آپ کومنوایا ہے۔ جدید سائنسی طریقۂ کارکواپنا کراپنا نظام فکر قائم کرنے والی جدیدنفسیات نے اپنے آپ کو مذہب کے متبادل کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کی تمام تر اساس سیولرفکر پہ بمنی ہے جوسرے سے روایتی و مذہبی تمام اقدار کی ا نکاری ہے۔ خدائی احکام کی بجائے ذاتی پسند'نا پسند پر مبنی انتخابات پرزیادہ تاکید کی جاتی ہے جو خالصتاً موضوعی ایروج ہے۔

جدیدنفیات کے تصویرانسان کی تاویلات اوراس کے شمن میں متعارف کردہ''تھیرا پی'' کے پورے نظام نے جدیدآ دمی کواورزیادہ پریشانیوں میں اُلجھا کرر کھ دیا ہے۔اس بڑھتے ہوئے رجحان پر بہت سے مفکرین نے قلم اٹھایا اوراس معاملے کوانتہائی سنجیدگی ہے دیکھا ہے۔انہوں نے بیٹابت کیا ہے کہ س طرح ایک منظم علم کے طور پر جدید نفیات اور''تھیرا پی کے ضوابط'' نے جدید انسان کے روحانی خلاکو پُرکرنے کے دعوے کے ساتھ معاشرے میں پروان چڑھتے عملی الحاد کے روتیوں کومزید تقویت پہنچائی ہے۔

#### جدیداخلا قیات کے ممن میں ہمارا مقدّمہ

وہ نظام الاخلاق جے انسان کے نفسیاتی اور تھرنی ارتفاکا نتیجہ تمجھا جاتا ہے' اپنی اصل اور بنیادی صورتوں میں مذہب ہی کا دیا ہوا ہے۔ اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ مذہب کے دیے ہوئے اخلاقی اصول ومظاہر سے وابستگی کے نتیج میں اخلاقیات کے جوڑھانچے ہے ان میں سے پھھا نسانی شعور کی ترقی کے نتائج ہیں' لیکن در حقیقت شعور اخلاقی کا سارا مواد مذہب ہی کا ودیعت کردہ ہے۔ بیا بیک ایس ہے جھا نسانی ہوتے ہے ہمام دستیاب ذرائع سے ثابت کیا جا اسکتا ہے۔ مثال کے طور پرکوئی نظام الاخلاق جواب دہی کے تصور کے بغیر نہ ذہمن میں آسکتا ہے نہمل میں۔ بہی جواب دہی جہ قانون کے دائر سے سے نکل کر انسان ہونے کی بنیادی اُمنگ میں بدل جاتی ہے تو اس اُمنگ کی تسکین کے لیے انسان بطور'' ایک اخلاقی وجود'' کی اجتماعیت کے مبادی اور مظاہر ایک مربوط نظام کی شکل میں برسرم مل آتے ہیں۔ جواب دہی کا بیا حساس اور شعور جو کہ اخلاق کے تمام دائروں کی اساس ہے' مذہب ہی سے پیدا ہوا۔ اس صورت میں میکنا تاریخی اور واقعاتی طور پر غلط ہے کہ مذہب اور اساسیا سے اخلاق میں ایسانساتی تھیں ہے کہ اخلاق کو مذہب پر مخصر مانا جائے ۔ انسانی علم اور تجربے میں اخلاق کی کوئی بنیا دائی ٹھیں جو مذہب نے نہ ڈالی ہو۔ ان معنوں میں ہم شین کے ساتھ ریم کہ سکتے ہیں کہ اگر مذہب نہ ہوتا تو انسان کے اخلاقی وجود ہونے کی بنیا دہی نہ پڑتی۔ پہلی سے مطال میں نہ پڑتی۔ پہلی کہ اگر مذہب نہ ہوتا تو انسان کے اخلاقی وجود ہونے کی بنیا دہی نہ پڑتی۔

چونکہ قرآن کے لفظوں میں انسان ناشکراہمی ہے تواسی ناشکری کا ایک مظہریہ ہے کہ آفاتی سطح پڑا خلاقی وجود میں ڈھلنے کی ذہنی طبعی اور ارادی قوتیں پیدا ہوجانے کے بعد اب اس بات کا انکار کیا جارہا ہے کہ اخلاق کا مذہب سے کوئی لازی تعلق ہوسکتا ہے۔ ناشکری اس کو کہتے ہیں کہ اللہ نے پچھ ہونے یا ہو سکنے کی استعداد عطافر مادی اور اس استعداد کو عام کردیا جبکہ عام ہوجانے کے بعد اس صلاحیت کے حاملین اس وہم میں مبتلا ہوئے کہ یہ سب پچھتو ہم اپنے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔ ہماراتصوریہ ہے کہ اخلاق انسان کی خِلقت میں رکھے گئے ہیں اسی خالق کی طرف



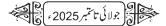




سے جو ہدایت دینے والا اور حساب لینے والا بھی ہے۔ ہم اپنی خلقت کے اخلاقی جو ہرکووی کی رہنمائی کے بغیر نہیں پہچان سکتے تھے اس لیے ہمارے اخلاقی وجود کی تشکیل اور اظہار کا عمل پیغام الہی کا مخاطب بننے کے بعد شروع ہوا۔ کیا یہ بات لائق غور نہیں ہے کہ انسان کے وہ mechanics جن کی بنیاد پر یہ انسان ہے سارے کے سارے آمروی کے بعد شقق اور متشکل ہوئے۔ فلسفیا نہ زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے تمام شعوری اور وجودی امکانات کا تحقق (realization) اور اس کی فعلیت (actualization) شروع سے اب تک مخاطبہ اللی (Divine communication) کا متیجہ ہے۔ اس کے عقلی وجود کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہر جگہ ہی وی معلم مرتی اور کفیل ہے۔

# تعلق باللدى حاجت

اگر مروج علمی اصطلاحات میں بیان کیا جائے تومسلمانوں کا بینی بروحی تصورِ اخلاق بیہ ہے کہ انسانی شعورا پنی clinical ساخت میں ایمانی ہے اور وجود اخلاقی ۔ اس بات کے ضروری مقد مات بیہ ہیں کہ وجود کا اس کی کلیت میں مطالعہ کرنے والے تمام علوم جب انسان کو اپنا موضوع بناتے ہیں تو اس میں دومستقل اصول کو اثباتی بلکہ تحدیدی انداز میں پیشِ نظر رکھتا ہے کہ وجود کی کو نیاتی تحدیدی انداز میں پیشِ نظر رکھتا ہے کہ وجود کی کو نیاتی



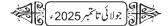




ہیئت رکھتے ہوئے اس کے موجود ہونے کی بنیاد ہونے کی سادہ حالتوں کے برنکس' یاان کے ساتھ شعور پر ہے۔
انسان کی کوئی تعریف اصالتِ شعور کو مانے بغیر ممکن نہیں۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو شعو اِنسانی مسلّمات کا محل ہوں یااس کے لیے مفقو دیا نا قابلِ حصول ہوں۔ شعور کا بنیادی نظام اور اس کی تکمیلی صورت دونوں یہ بتاتے ہیں کہ یہ جن مسلّمات سے تعمیر ہوا ہے ان میں سے پچھ ما تبلِ علم ہیں اور بعض مابعیہ علم ۔ اس بات کو مسلم علم البشر کی اصطلاح میں یوں کہا جائے گا کہ شعور کا بنیادی مادہ فطرت ہے اور اس مادے میں تحریک پیدا ہوجانے کے بتائج ہوایت کی قبیل سے ہیں۔ فطرت شعور کا انبیادی موجہ ہم ہم میں شعور کی دشعور کی (self-realization) کے حال کے ساتھ ہوتا ہے اور ہدایت اس کا تکمیلی محرک ہے۔ بیتو ایک جملہ معترضہ تا ہم محرک ہوتا ہے اور ہدایت اس کا تکمیلی محرک ہے۔ بیتو ایک جملہ معترضہ تا ہم محرک ہوتا ہے اور ہدایت اس کا تکمیلی محرک ہے۔ بیتو ایک اضام محرک ہوتا ہے اور ہدایت اس کا تکمیلی محرک ہے۔ بیتو ایک اضام ہوتی ہے اور ماضی مواقعہ کی سطح پر بیان مسلّمات کا حامل ہے جن کی پہچان اسے کہ مسی خارجی تحریک پیلی نہوں ہوتی ہے۔ الطوع ہوتا ہے اور ہدایت کا حامل ہے جن کی پہچان اسے ہوتا ہے۔ شعور اپنی خورشاسی تک خارجی تحریک بیلی فعلیت خود شعور کی پہلی فعلیت خود شعور کی بیلی فعلیت کو شعور کی بیلی فعلیت خود شعور کی بیلی فعلیت کو شعور کی بیلی فعلیت کی سے جس کی تحریک کی تحریک تحریک کی تحریک کی

قابلیتِ اولی اور تحریکِ اول کے اجتاع سے شعورا پنی مسلّماتی ساخت سے باخبر ہوتا ہے اوراس خبرداری کے حال کو آئندہ کی تمام تحریک اور حاصلات پر منطبق کرتا رہتا ہے۔ یم لل چونکہ شعور کی بناوٹ میں داخل ہے لہذا شعور کسی الیتی بات کو عارضی طور پر بھی اپنے اندر جگہ نہیں دیتا جواس کی مسلّماتی ساخت سے مطابقت اور مناسبت نہ رکھتی ہو۔ انسان عمومی سطح پر بھی جانے' نہ جانے اور ردّ وقبول کے تسلسل کے ساتھ اور مرتبے سے قطع نظر شعور کی تہ میں مستقلاً جاری مسلّمہ جوئی اور مسلّمہ سازی کے عمل میں مصروف ہوتا ہے۔ اس بات کو دوسر لے نفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شعور جاننے کے عمل کو ماننے کی سطح پر پہنچانا چاہتا ہے' اور یہ تحول خارج سے ہدایت پائے بغیر ممکن نہیں ' عبور کی اسی خلقت کو مسلمانوں میں ''ایمانی'' کا عنوان دیا جاتا ہے' کیونکہ جاننا معروضی ہوسکتا ہے لیکن ماننا نہیں۔ شعور کی اسی خلقت کو مسلمانوں میں ''ایمانی'' کا عنوان دیا جاتا ہے' کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کی حرکت یک طرفہ ہے اور اس کا رخ علم سے یقین کی جانب ہے۔ دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی رہے گا۔

ماہیتِ شعور کی تحقیق کا یہ بنیا دی نکتہ وجود کی تعریف کو بھی فیصل کرتا ہے۔ ایک تو اس پہلو سے کہ انسان میں شعور اور وجود میں ایسی مغائرت نہیں ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے لاتعلق ہوں اور دونوں کا ایک دوسرے پر کوئی اثر مرتب نہ ہو۔ اپنی ماہیت میں شعور اور وجود ہم اصل ہیں اور ان کے ساختیاتی عناصر ایک سے ہیں' اس فرق کے ساتھ کہ شعور میں تجرید (abstraction) اور ماور ائیت (transcendence) کے اوصاف پائے





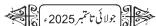


جاتے ہیں جب کہ وجود کوشعور پرایک طرح سے مخصر ہونے کی وجہ سے ان اوصاف کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وجہ سے شعور سے متاز حالت میں' یعنی صرف موجود کی حیثیت سے انسان اخلاقی وجود ہے۔ وجود کا اخلاقی نظام بالکل ویسا ہی ہے جیسے کہ شعور کا مسلّماتی نظام۔ وجود کے دائر سے میں بھی شعور ہی کی طرح تسلسل' نمواور اسکمال کے اسباب خارجی ہیں۔ ہیرونی محرک کے بغیر شعور ایک خلا ہے اور وجو دجو دِمحق ۔ اگر انسان اپنی کلیت' یعنی شعور و وجود کی بالقُوّہ اور بالفعل عینیت کی فضا میں محتاج الی الغیر ہے توصل طلب مسلمہ بیرہ و جاتا ہے کہ بیغیر کون ہے۔ یا یوں کہہ لیس کہ بیرونی تحریک جو نظام شعور و وجود کو چلاتی ہے' کہاں سے آتی ہے۔ غیر مذہبی تصور انسان اس مسللے میں اضطراب کا شکار ہے۔ کہیں بید کہا جات تھریک ماحول ہے آئی ہے اور کہیں بیہ بتایا جاتا ہے کہ اس تحریک کا ماخذ خود شعور انسانی ہے۔ یعنی انسان حالت ارتقا میں ہے' کوئی اس ارتقا کوزیادہ تر داخلی کہتا ہے اور کوئی بیشتر خارجی سے مراد زیادہ سے زیادہ نظام فطرت اور نظام معاشرت ہے۔

چونکہ ارتقا کے مفروضے میں تغیر شرط ہے اس لیے غیر مذہبی تصوراتِ انسان میں بعض بنیا دی اختلافات کے باوجود ایک بات مشترک ہے اور وہ بیہ کہ شعور بھی اضافیت (relativism) کی اصل پر ہے اور وہ بیہ کہ شعور بھی اضافی اور متغیر ہے۔ اس کے اعتقادات بھی اضافی ہیں اور اس کے اخلاق بھی۔ انسان ایک مختلف پوزیشن لینے کا تقاضا کرتا ہے۔ مطلق کا تصور ایک بنیادی بیدوہ مقام ہے جہاں مسلّمہ تصور انسان ایک مختلف پوزیشن لینے کا تقاضا کرتا ہے۔ مطلق کی چھاؤں میں نہو پانے والا referent کے طور پر موجود نہ ہوتو اضافیت کا نظر یہ بن بی نہیں سکتا۔ اضافت مطلق کی چھاؤں میں نہو پانے والا وہ پودا ہے جواس سے منحرف ہوگیا ہے۔ اس اصطلاح کے تمام معانی سلبیت کے جس خمیر سے پیدا ہوئے ہیں وہ مطلق کے مستقل reference کو لازم کرتا ہے۔ ویسے بیدا بوئے ایک الزامی اور خالص منطقی بات سہی لیکن اسے اس معرف میں بامعنی انداز سے استعال کیا جا سکتا ہے۔











# مباحث عقيده (٢٣)

#### الله کے حق میں مستحیلات

علماء نے الہیات کو تمین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے جھے کو واجبات 'دوسرے کو مستحیلات اور تیسرے کو جائزات کہتے ہیں فی حق اللہ سبحا نہ و تعالیٰ۔ہم اللہ کے فضل سے واجبات کا باب مکمل کر چکے ہیں اور اب ہم نے جس عنوان کا آغاز کیا ہے وہ مستحیلات یا ناممکنات ہیں کہ جو اللہ سبحا نہ و تعالیٰ کے حق میں نہ ما ننا ضروری ہیں۔اس میں بہت می با تیس ہم دیکھے چین کہ اللہ تعالیٰ زمان سے مکان سے ماوراء ہے ۔کسی جہت میں نہیں ہے۔عدم اس پر طاری نہیں ہوسکتا۔وہ حوادث کے ما نند نہیں ہے۔ یہ ہرست آج اللہ نے چاہا تو مکمل ہوجائے گی۔اس کے بعد ہم امام غزالی علیہ الرحمہ کی آخری کتاب: إلجام العوام عن علم الکلام میں سے پچھ باتوں کا مطالعہ کریں گے۔اس میں انہوں نے سلف صالحین کا مسلک بیان کیا ہے کہ عوام الناس کے لیے کس حد تک اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ میں انہوں نے سلف صالحین کا مسلک بیان کیا ہے کہ عوام الناس کے لیے کس حد تک اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ علم الناس کالفظ جب بھی آئے تو ہم سب اس میں شار ہوں گے۔ عجیب بات یہ ہے کہ گی دفعہ بڑے بڑے علماء کریں تو ہمیں تو ایک خوام میں سے شار کرتے ہیں۔تو اگر وہ اپنے آپ کوعوام میں شار کرتے ہیں۔تو اگر وہ اپنے آپ کوعوام میں شار کرتے ہیں۔تو اگر وہ اپنے آپ کوعوام میں شار کریں تو ہمیں تو ایک نیا عنوان لا نا پڑے گا کہ جس میں ہم اپنے آپ کو با ندھ سکیں۔

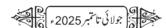
# مذہب سلف کے نام پر مجسیم اور تشبیہ

الجام العوام عن علم الكلام ميں امام صاحب عليه الرحمہ جوموضوع زير بحث لارہ ہيں ، وہ يہ ہے كہ جس طرح آج كن م يريا سلفيہ كے نام پر جسيم اور طرح آج كن مائي ہيں بھى كچھ لوگوں نے كہا كہ فدہب سلف يہ ہا وراس كے نام پر يا سلفيہ كے نام پر جسيم اور تشبيہ كوفر وغ ديا ، اس طريقے پر امام صاحب عليه الرحمہ كے زمانے ميں بھى يہى صورت حال تھى ۔ وہ شروع ميں ذكر كرتے ہيں كہ بعض لوگ جو اپنے آپ كوسلف كا بير وكار كہتے ہيں ' پچھ ايے عقائد كى تشبير كررہ ہيں كہ جن سے سلف مبرّا تھے ، منز ہ تھے ۔ تو اب سوال يہ بيدا ہوتا ہے كہ اگر بيعقائد سلف كے نہيں تھے تو پھر كيا تھے ؟ امام صاحب ً نے اس ميں سلف كا عقيدہ بيان كيا ہے كہ وہ صفات بارى تعالىٰ كے حوالے سے كس مقام پر اور كس موقف پر كھڑے تھے ۔ امام محد بن يوسف سنوى عليه الرحمة فرماتے ہيں :

ويستحيل على الله تعالىٰ ان يتصف بالاغراض في الافعال والاحكام

''الله سجانه وتعالیٰ پریه بات مستحل ہے کہ وہ اغراض سے متصف ہوا فعال میں یاا حکام میں ''

افعال اورا حکام میں ہم نے یہ فرق کیا کہ اللہ کافعل تکوینی ہے جبکہ اللہ سجانہ و تعالیٰ کا حکم تشریعی ہے۔ یعنی



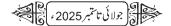




احکام یہ ہیں کہ یہ کرو یہ نہ کرو جبکہ کیا ہوگا 'کیانہیں ہوگا یہ اللہ سجانہ و تعالیٰ کی تکوین ہے۔ اللہ نے فعل کیا 'اللہ نے خال کیا 'اللہ نے اللہ کو آبادہ کیا ہو کہ اس کا نئات کو وجود دیا تو کوئی ایسی غرض نہیں تھی کہ جس نے اللہ کو آبادہ کیا ہو کہ اس کا نئات کو وجود دیا جائے۔ اسی طرح اللہ سجانہ و تعالیٰ نے تھم شری دیا ہے تو اس میں اللہ کی کوئی غرض 'منفعت یا مصلحت نہیں جو اللہ سجانہ و تعالیٰ حاصل کرنا چاہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ منافع ہے' مصالح سے اغراض سے منزہ اور ماوراء ہے۔ پھر انہوں نے یہ وضاحت بھی کی کہ پچھلوگوں نے علم کے اہلِ سُنت پر یہ اعتراض کر دیا کہ اگر ایسی ہستی کہ جس کو فعل پر اُبھار نے والا کوئی باعث نہیں ہوتا' کوئی موٹیویشن نہیں ہوتی' کوئی غرض نہیں ہوتی تو یہ سفہ یعنی عبث ہے۔ یہ توفضول ہے۔ ایسی ہستی تو مجنون شار ہوتی ہے' نعوذ باللہ۔ مجنون شخص جوافعال کر رہا ہوتا ہے' ان کے چیچے کوئی غرض نہیں ہوتی ۔ بس افعال برائے افعال ہیں ۔ تو تم نے اللہ سجانہ و تعالیٰ کو نعوذ باللہ 'نقلِ کفر کفر نباشد' جنون سے متصف کر دیا!

# غرض کا ہوناعدم کمال کی علامت

فرماتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قیاس الغائب علی الشاهد ہے۔ ہمارے ہال غرضِ کمال اس لیے ہے کہ ہم اپنی ذات میں مکمل نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو کممل کرنا ہوتا ہے تو ہم کوئی غرض حاصل کرنے کے لیفعل کرتے ہیں۔ جہاں کمالمطلق ہو'جہاں احتیاج کا گزرتک نہ ہو'وہاں بیکہنا کہ کوئی غرض حاصل کی جاتی ہے ۔ گویا بیہ ماننے کےمترادف ہے کہ وہ ذات پہلے مکمل نہیں تھی اوراس غرض کے ذریعے اس مصلحت کے ذریعے مکمل ہور ہی ہے ۔ فر مار ہے ہیں کہ دیکھوالٹد کی ذات کوا گرتم کامل مطلق مانتے ہوتو پھرالٹد سجانہ وتعالیٰ کی ذات کواغراض سے منافع ہے مصلحتوں سے ماورا مجھو۔ پھر کہتے ہیں کہ عبث اس لیے نہیں ہے کہ اللہ تو کوئی غرض حاصل نہیں کرتا جبکهاللّٰد نے دیا بہت کچھ ہے۔انسان کو جو پیدا کیا ہے وہ الله سبحانہ وتعالیٰ کے فضل اور رحمت کا مظہر ہے۔انسان ہے کچھ باتوں کا مطالبہ کیا ہے کہ جن باتوں میں انسان کا کمال اوراس کی ترقی ہے۔لہذا اگر انسان کو پیدا کر کے حچوڑ دیا جاتا تو بیعبث تھا'لیکن انسان کو پیدا کر کے اس سے مطالبہ کیا تو انسان کے اعتبار سے توعبث کچھنہیں ہے بلکہ انسان نے کچھاعمال پرعمل کر کے اور کچھا حکام پر چل کر اللہ سجانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اپنے کمال تک پہنچنا ہے۔اسی بات کے جواب میں کہ بیعبث ہے' کہتے ہیں عبث وہ ہوتا ہے کہ جس میں کرنے والاعوا قب کو نہ جانتا ہو' یعنی کو کی شخص فعل کر ہے اور فعل کرتے وقت اس کے نتیجے سے بالکل ذہول اورغفلت کا مظاہرہ کرے تو یہ عبث ہے۔ جیسے مجنون شخص ایک فعل کرر ہا ہے لیکن اس کے نتیج میں کوئی عوا قب اور نتائج نہیں جانتا۔ کہتے ہیں اللّٰد تعالیٰ تمام نتائج اورعوا قب جانتے ہیں'اگر جیاس نے ان نتائج اورعوا قب کوغرض کی حیثیت سے مقصود نہیں بنایا بلکہ وہ اللہ سجانہ وتعالیٰ کے نعل کے تابع ہو کرظہوریزیر ہوتے ہیں۔ یعنی حکمت اللہ کے فعل کے تابع ہوتی ہے جبکہ الله سبحانہ و تعالیٰ کافعل کسی حکمت کے تابع نہیں ہوتا۔ یہ اہلِ سُنّت کا مسلک ہے اس باب میں۔







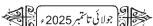
# اتحاد وحلول متحيل وكفري

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر میہ بات مستخیل ہے کہ وہ کی ذات میں حلول کرے۔ اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ذات میں حلول نہیں کرتے جس طریقے پر دعویٰ ہے نصرانیوں کا یاباطنیکا المنحرفون کا کہ جوسید ھے رائے ہے ہے کہ پھی ہیں۔ نصار کی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذات عیسیٰ میں حلول فرمایا۔ بہت می آراء ہیں لیکن ایک رائے ہیہ کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ذات حال ہوگئ نازل ہوگئ طاہر ہوگئ سید ناعیسیٰ علیا ہیں چنا نچا ایک اعتبار سے وہ انسان سجے اور ایک اعتبار سے وہ خداتھے۔ یا باطنیکا عقیمہ کی طاہر ہوگئ سید ناعیسیٰ علیا ہیں ، چنا نچا ایک اعتبار سے وہ خداتھے۔ یا باطنیکا عقیمہ کی تھاس طرح کارہا ، یاالیے صوفیوں کا جن کوہم گراہ کہتے ہیں کہ جوکامل ولی ہوتا ہے اس میں بھی اللہ فیہ ۔ عالی صوفیاء کا بھی اس قسم کا عقیدہ درہا ہے کہ ولی سے شیعوں کا سید ناعلی خوالب وہ خدا ہی ہوجا تا ہے اور خدا کی ذات کا مظہر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ و فرمات ہیں ہوجا تا ہے اور خدا کی ذات کا مظہر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ و فرمات ہیں ہوجا تا ہے اور خدا کی ذات کا مظہر ہوتا ہے وغیرہ و فیرہ و فرمات ہیں ہوجا تا ہے اور خدا کی ذات کا مظہر ہوتا ہے وغیرہ و مواجی کہ اللہ ذران ان میں نہیں ہے کہ وہ اس کے تاکس سے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اور تاویلات میں نہیں ہے مثل میں ہیں اور تاویلات میں نہیں ہوجانا چاہے ہوجانا چاہے والی کی ذات کی میں طول پر یرہوگئ یا تاویل کرتے ہیں تو ان کوعقیدہ کے اعتبار سے تھیک ہوجانا چاہے البتہ وہ کا فرنہیں ہیں۔ یہاں فرماتے ہیں کہ یہ تو واضح طور پہرا دی کا جن کی کری خوال کی ذات کی میں طول پر یرہوگئ یا اللہ کی ذات کی میں طول پر یرہوگئ یا اللہ کا دیکس کا سب کفریہ ہے۔

اس طرح کے تفریع تقیدے والے ہمارے ہاں بھی انجانے میں پھردہ ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ کاس میں پڑھاتے ہوئے جب کہا کہ روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے تو سامنے بعض لوگوں نے جن کو یہ بات جہالت کی وجہ سے معلوم نہیں تھی انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ﴿ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنَ دُّوْجِی ﴾ (الحجر: ٢٩) تو پھر معلوم نہیں تھی انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتی روح یا ذاتی نفس میں سے پھی پھونکا ہے لہذا ہمارے اندر گو یا ایک دُوجِی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتی روح یا ذاتی کی جوحتہ ہمارے اندر ہے نہیں علول اعتبار سے الوہیت آگئی۔ نعوذ باللہ! اللہ کی ذات کا چھے حصتہ یا اللہ کی روح کا پچھے حصتہ ہمارے اندر ہے نہیں علول کا عقیدہ ہے۔ اگر چعالی غلامے نے اس کو کو خوصتہ یا اللہ کی روح کا پچھے حصتہ ہمارے اندر ہے نہیں علوں کی جوجیح تعبیر سلف سے اور اللہ کے نبی سائٹ آئی ہے ہماری کئی دفعہ نصوص کو فلاطر یقے پر سجھنے کے نتیج میں یا نصوص کی جوجیح تعبیر سلف سے اور اللہ کے نبی سائٹ آئی ہم کے سائٹ کو خطاطر نہر کھنے کی وجہ سے اور کربی ناقص علم کیا خصص ہمارے ناقص علم میں سے مرکب ناقص علم میں سے مرکب ناقص علم میں سے مرکب اضافی ہے اس میں مضاف اور مضاف الیہ ہوتا ہے تو مضاف الیہ ہوتا ہے۔ جوجیح تیں کہوں ' کیدی ' (میرا ہا تھ) ہو کہوں ہو کہوں کی دوروح اللہ تعالی کا جزوجوتا ہے۔ جیسے میں کہوں ' کیدی ' (میرا ہا تھ) تو میرا ہا تھ میرا جزوجہ ہے۔ اس طرح کے استدلال کر کے اور باتی تو میرا ہاتھ میرا جزوجہ ہے۔ اس طرح کے استدلال کر کے اور باتی







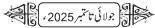
#### تمام نصوصِ محکمہ کواور پھرعر بی زبان کے گہرے قواعد کونظرانداز کرنے کے نتیج میں کفر پھیلتا ہے۔ کفریہ عقیدہ کے حامل کا کا فرہونا ضروری نہیں

علماء نے یہاں یہی بیان کیا کہ''و هذا کله کفو صریح'' کا مطلب پنہیں کہ جوعامی جہالت میں پیہ عقیدہ رکھے بیٹھا ہےوہ کا فریے بلکہ ہم اس کو بتا کیں گے کہ بھئ تمہارا پیخیال غلط تھا۔ کئی دفعہ جہالت کی وجہ سے کفر اللَّه کے ہاں مقبول تونہیں ہوسکتا' ہاں وہ صاحب معذور ضرور قراریا سکتے ہیں ۔اللّٰہ کے نبی سالٹھٰ آپیلم نے ایک صاحب کا قصّہ بیان کیا کہ جنہوں نے مرتے وقت کہا کہ اگراللہ نے مجھ پرقدرت حاصل کر لی تو مجھے وہ ایباعذاب دے گا کہ جواُس نے کسی کونہیں دیا'ان پریپخوف طاری ہو گیا توانہوں نے کہا کہاب اللہ کی قدرت سے بیخے کاراستہ ہیہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میر ہےجسم کوجلا دینا۔ آ دھی را کھ دریااورسمندر میں بہا دینا' کچھے ہوا میں اڑا دینا' کچھز مین میں دفن کر دینا تا کہ میں اللہ کی قدرت سے نکل جاؤں اور اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔اللہ کے نبی سانتاییل فرماتے ہیں کہاللہ نے ہوا وَں کو تکم دیا' زمین کو تکم دیا' سمندرکو تکم دیااوراس کے تمام اجزاء دوبارہ جوڑ دیے گئے۔جب وہ اللہ کے سامنے زندہ حاضر ہوا تو اللہ نے فر ما یا بتہ ہیں کس بات نے آمادہ کیااس فعل پر جوتم نے کیا ہے؟ اس نے کہا: تیرےخوف نے!اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس خوف کی وجہ سے تیری بخشش ہوگئی۔ یہاں وہ یقیناً ایک کفریع قبیرے پر کھڑا ہوا تھالیکن اس کوکسی نے شاید بتایا نہیں ہوگا کہ اللہ کی قدرت کی حدود کیا ہیں ۔لہذا اس نے بیسمجھا کہ اگر میں اس طرح کا کوئی کام کروں گا تو شاید اللہ کی قدرت سے نکل جاؤں ۔اللہ تعالیٰ نے جہالت کی وجہ سے اسے عذر دیا اور چونکہ اس کے اندرخشیتِ الٰہی اورخوف ِ الٰہی کی صفت تھی تو اس صفت کی بنا پر اللہ سجانہ وتعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ چنانچہ جہالت کا مطلب ہوتا ہے کسی کو پتانہ ہو کیکن اگر بتادیا جائے کہ بیعقبیدہ ہے جونصوص صححہ سے ثابت ہےاوراس کے بعد بھی وہ اُڑ جائے کہ نہیں' مجھےتو وحی سے یہی سمجھ آ رہاہے اور کیے کہ میں تو روح کوخدا کا جزو ہی مانتا ہوں' پھروہ معذور نہیں بلکہ اس کے اُوپر مُجتّ تمام ہو چکی ہے۔

#### اضافت كامفهوم

عربی کی مقتق اور اُ تہات الکت میں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اضافت کی ہیں سے زیادہ اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ یعنی مضاف الیہ کی طرف جو اضافت ہوتی ہے' یہ کتنے نوع کے تعلقات کی وجہ سے ہوجاتی ہے۔ ہم نے تو صرف' یہ یہ بنی سنا ہوا ہے کہ میرا ہاتھ' تو ہمار ہے خیال میں اضافت بس جزو کی ہوتی ہے' گل کی طرف ایسانہیں ہے۔ در حقیقت اضافت کی بہت ہی اقسام ہیں۔ اضافت کے بارے میں ایک قاعدہ ذہن میں رکھیں جو علاء نحو بیان کرتے ہیں کہ: الاضافة لادنی ملابسة لیمنی دو چیزوں کی اضافت ایک دوسرے کی طرف (جس میں ایک مضاف ایک بیات کے۔ اس میں کوئی جہن میں ایک مضاف ایسانہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ادنی سے ادنی تعلق بی وجہ سے ہوجاتی ہے۔ اس میں کوئی جزوکل کا تعلق ہونا یا ملکیت کا تعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ادنی سے ادنی تعلق بھی اضافت کی نسبت پیدا کر دیتا ہے۔ ''غُرُفَتِی '' (میرا کمرہ) اس لیے نہیں ہے کہ میں اس کا ما لک ہوں۔ یہ اس طرح بھی نہیں ہے کہ میں اس کا جزو

48





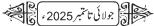


ہوں یا یہ میرا جزو ہے۔ بس میں آکر دو گھٹے کے لیے یہاں بیٹھتا ہوں اس لیے غُرُفَتِیْ ہے۔ بہت ہی ادنیٰ مناسبت ہے نا ۲۴ گھٹوں میں دو گھٹے بلکہ ایک گھٹے کہ کیا نسبت ہے کہ پھر بھی میں دعویٰ کر رہا ہوں غرفتی کبھی اضافت تشریف کے لیے ہوتی ہے۔ ایک بڑا استاد ہے بہت بڑا عالم ہے۔ میں نے اس کے سامنے زانو سے تلمذ تنہیں کیالیکن وہ مجھ شرف دینے کے لیے یہ کہد دے کہ' تولُویڈی''۔اس کا مطلب بینہیں ہوگا کہ میں نے اس کے سامنے دو گھٹے ہی بیٹھا ہوں لیکن وہ بیر میں نے اس کے سامنے دو گھٹے ہی بیٹھا ہوں لیکن وہ بیر کہد دے تو اس کا معنی بیہ ہوگا کہ میں اس کو بیشرف دیتا ہوں اور اس کو گو یا اجازت دیتا ہوں کہ بیہ میر سے علوم کو آگھ میں اس کو بیشرف دیتا ہوں اور اس کو گو یا اجازت دیتا ہوں کہ بیہ میر سے علوم کو آگھ تا کہ کہ دی میر اشاکر دہے۔ چنانچہ اضافت کسی بھی وجہ سے ہوجاتی ہے' اس لیے ضروری ہے کہ عربی زبان کے قواعد کو تعمق کے ساتھ سیکھا جائے۔ صرف بالکل بنیا دی وسطی صرف ونحو پڑھ کر انسان مفتر نہ بن جائے بلکہ اس میں گہرائی میں اثر کر دیکھے کہ اس میں کتنی باریکیاں ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ جب آپ پڑھتے چلے جاتے ہیں تو محسوس یہی ہوتا ہے کہ تفسیر کرتے ہوئے آپ کو بولنا نہیں چاہیے؛ یعنی سکوت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اگر بولنا بھی ہے تو کسی محقق مفسر کو د کیھر کر'اس کی بات پڑھ کر' عربی عبارت کو سجے طریقے پر سبجھ کر'اس کے اندرنجو کے اعتبار سے جتنے امکانات پائے جاتے ہیں ان کو سبجھ کر پھر کچھ مندسے نکالنا ہے۔ کسی اور کی بات کا ناقل ہے بغیر کوئی بات کی جائے تو بہت مشکل کام ہے۔ جو بڑے بڑے علماء تھے وہ سکوت زیادہ ہیں' سکوت کم ہے۔ بہر حال بتار ہے ہیں کہ یہ بات مسلوت کم ہے۔ بہر حال بتار ہے ہیں کہ یہ بات مسلول فر مائے' کیونکہ اللہ کے سواجو کچھ کے دید بات مسلول فر مائے' کیونکہ اللہ کے سواجو کچھ ہے وہ مخلوق میں حلول فر مائے' کیونکہ اللہ کے سواجو کچھ

# اتحاداورحلول ميں فرق

پھر فرماتے ہیں کہ یہ گفر صری ہے اور جیسے حلول اللہ پر متحیل ہے اسی طرح اتحاد بھی ہے۔ اتحاد اور حلول میں یہ فرق ہے کہ حلول سرایت کر جانا ہے جبکہ اتحادیہ ہے کہ دوہ سیاں مل کر ایک ہوجا کیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیفیا کا ایک بشری جسم ہے جو بشری ہی رہے گالیکن اس کے اندرروح کی جگہ نعوذ باللہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حلول فر مالیا ہے تو گویا وہ نصف بشر ہیں ظاہری جسم کے اعتبار سے اور خدا ہیں اپنی حقیقت کے اعتبار سے ۔ چنانچہ یہ حلول ہوگیا۔ اتحادیہ ہوجا کیں۔ فر مارہے ہیں کہ جس طرح ہوگیا۔ اتحادیہ ہوجا کیں۔ فر مارہے ہیں کہ جس طرح ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ حلول نہیں فر ماتے اسی طرح بیاتحاد بھی نہیں ہوسکتا 'حبیبا کہ کچھ باطنیوں کا اور جاہل قسم کے صوفیاء کا عقیدہ ہوجا گا صوفیاء کا عقیدہ ہوجا گا صوفیاء کا عقیدہ ہوجا تا ہے۔ اصل میں صوفیوں کی طرف ان کی نسبت ہوجاتی ہے لیکن در حقیقت وہ تو مسلمان ہی نہیں رہتے ۔ وہ باطنی قسم کے صوفی ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ولی کا مل اس طرح ہوجا تا ہے کہ اللہ تو اس میں حلول نہیں فر ماتے لیکن وہ اللہ کو ذات سے متحد ہوجا تا ہے۔ ایک تو ہے کہ اللہ حلول فر ما رہے ہیں 'نعوذ باللہ' اور ایک ہیہ ہوگیا اور وہ خدا کے ساتھ مل





کرایک ہوگیا۔فرماتے ہیں یہ بھی کفرصرت ہے۔آخری عبارت بہت سخت ہے:

والحاصل أن القول بالحلول والاتحاد كفر عبل الجهل به كفر

''یہ بات جان لوکہ اتحاد اور حلول کاعقیدہ رکھنا کفر ہے' بلکہ اس بات کونہ جاننا( کہ یہ کفر ہے ) بھی کفر ہے۔' ایخی اگر کوئی شخص کیے کہ میں یہ عقیدہ تو نہیں رکھتا کہ اتحاد اور حلول کفر ہے جو اللہ تعالیٰ فرما تا ہے' لیکن جو (بہ عقیدہ) رکھتا ہے میں اس کو کا فرنہیں کہتا تو بہ بھی انسان کو کفر تک پہنچا دے گا' کیونکہ بیانسان کفر پر راضی ہوگیا۔ یہ معلوم من اللہ بن بالضرورۃ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دین میں جو بنیا دی با تیں جاننا ضروری ہیں ان میں بیہ ہے کہ خالق اور ہے' مخلوق اور ہے۔ عبدیت انسان کو حاصل ہے۔ اس کا بلند ترین مقام عبودیت کے سوا پھے نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورۃ النساء میں نصار کی کے عقیدے کار دکیا۔ آخری رکوع کی آیت بہت خوب صورت

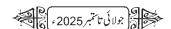
﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَّئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفُ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكُبرُ فَسَيَحْشُمُ هُمُ إِلَيْهِ جَمِيْعًا ۞ ﴾

''مسیح کوتواس میں ہرگز کوئی عارنہیں ہے کہ وہ ہنے اللہ کا بندہ اور نہ ہی ملائکہ مقربین کواس میں کوئی عار ہے ( کہ انہیں اللہ کا بندہ سمجھا جائے )۔ اور جو کوئی بھی عار شمجھے گا اُس کی بندگی میں اور تکبر کرے گا تو اللہ ان سب کواینے پاس جمع کر لےگا۔''

# عبودیت: سب سے افضل مقام

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ ایک بارے میں فر مایا:

ويستحيل ان لا يكون واحدا فيجب ان يكون الله واحدا لا مركبا فى ذاته او يكون له ماثل فى ذاته او فى صفاته







''اوریہ بات مستحیل ہے کہ وہ ایک نہ ہو' پس بیرواجب ہے کہ اللہ ایک ہو' اُس کی ذات میں تر کیب نہیں ہے اور نہ کوئی اس کےمماثل ہے ذات میں یاصفات میں۔''

یہ بات بھی مستحیل ہے اللہ پر کہوہ ایک نہ ہو۔ہم نے دیکھ لیا کہوہ ایک معبود بھی ہے اور اپنی ذات میں بھی ایک ہے اس اعتبار سے کہ وہاں جسم کی طرح کوئی تر کب نہیں ہے' کوئی اجزا نہیں ہیں۔ یہ ماننا ضروری ہے۔

# الله كے سوا كوئى فاعل حقيقى نہيں

اگلی بات بہت زبردست اور گویا توحید کی جان ہے۔فر ماتے ہیں:

فيستحيل ان يكون معه في الوجود مؤثر في فعل من الافعال

'' پس بیہ بات مستحیل ہے کہ اللہ کے سوااس وجود میں (جونظر آنے والی کا نئات ہے ) کوئی بھی مؤثر ہو' تا ثیر رکھتا ہؤا فعال میں ہے کسی بھی فعل میں ۔''

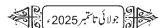
اس کا ئنات میں اللہ کے سواتا شیرکسی کو حاصل نہیں ہے۔ گو یا اللہ سبحا نہ و تعالیٰ کے سوا فاعل حقیقی کوئی نہیں ہے۔

فيستحيل ان يكون لاحد من المخلوقات صفات كصفات الله

'' پیر مستحیل ہے کہ مخلوقات میں ہے کسی کواللہ کی صفات کے مانند صفات حاصل ہوجا نمیں۔''

کسے؟ بان تکون لہ قدرت توجد کہ اسے کوئی قدرت عاصل ہوجائے جو چیزوں کو ایجادد ہے سکے۔ لیعنی اللہ تعالیٰ قدرت سے متصف ہیں جس کے ذریعے ممکنات وجود میں آتی ہیں۔ انسان کے پاس ایسی قدرت جس سے ممکن شے وجود میں آ جائے ایسا ہونا مستحیل ہے۔ پھر انسانی قدرت کیا کرتی ہے اس کو اشاعرہ اور ماترید ہے نے کسب کا نام دیا۔ پچھلوگ کہتے ہیں کہ بیعقول میں سے ہے۔ تین مسائل کے بارے میں کہاجا تا ہے کہ بیمکارات عقول ہے تان میں سے ایک مسکلہ ہے ہے۔ محارات عقول کا مطلب ہے وہ مسائل جس میں عقل چرت کا شکار ہوجاتی عقول ہے ان میں سے ایک مسکلہ ہے ہے۔ محارات العقول وہ ہے۔ محارات العقول وہ جہریں جباں پہنچ کر عقل سششدررہ جاتی ہے کہ اسے پچھسمجھ نہیں آتا اسے علاء کہتے ہیں کہ اتنا بھی ششدر رہ جاتی ضرورت نہیں ہے ، پچھ نہ چھ ہی ایک حد تک آ جاتی ہے۔ ایک ہوتا ہے سینشن آ ف جمنٹ جس کو علم محارات العقول میں مواقف العقول کہتے ہیں۔ یعنی جہاں عقل آ کر تھر جائے وہ کوئی جمنٹ پاس نہ کر سکے جبکہ محارات العقول میں جرت تو ہوتی ہے لیکن ایک جمنٹ ضرور پاس ہوتی ہے چاہے وہ کہی جمنٹ پاس ہورہی ہو کہ ہوارات العقول میں جرت تو ہوتی ہے لیکن ایک جمنٹ ضرور پاس ہوتی ہے چاہے وہ کہی جمنٹ پاس ہورہی ہو کہ ہوارات العقول میں جرت تو ہوتی ہے لیکن ایک جمنٹ ضرور پاس ہوتی ہے چاہے وہ کہی جمنٹ پاس ہورہی ہو کہ ہات تو ہاس طرح کی ہی لیکن سمجھ نہیں آ رہی۔ بہر عال تھوڑ اسافرق ہے۔

کہدر ہے تھے کہ کسی کے پاس قدرت نہیں ہے اللہ کے سوا کہ کسی ممکن شے کو وجود دے سکے تو کا ئنات میں مؤتر حقیقی اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔قرآن مجید شروع سے آخر تک پڑھیں توجس بات پر بہت زیادہ emphasis نظرآئے گاوہ یہ ہے کہ کا ئنات میں نفع اور ضرر کا اختیار اللہ کے سواکسی کے پاس نہیں ہے ۔ لیکن مؤثر کوئی نہیں ہے۔ کا ئنات میں ایجاد دینے کا اعدام کرنے کا کنات میں ایجاد دینے کا اعدام کرنے







کا'کشف ضررکا'کسی شے کا اختیار کسی کے پاس نہیں۔ یعنی:

''اور اگر تہمیں اللہ کی طرف سے پہنچا دی جائے کوئی تکلیف تو کوئی نہیں ہے اس کا دور کرنے والاسوائے

﴿قُلُ آتَعُبُكُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿ ﴾ (المائدة: ٧٧)

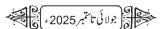
'' آپ کہے کیاتم پو جتے ہواللہ کے سواانہیں جوتمہارے لیے نہ کسی نقصان کااختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع کا؟''

ا مام غزالی علیه الرحمه'' احیاءالعلوم'' میں فر ماتے ہیں کہ توحید کالب لباب بیہے کہ کا ئنات میں مؤثر حقیقی اللہ کے سواکسی کو نہ جانا جائے۔اسی عقیدے سے جو حال پیدا ہوتا ہے اس کوہم توکّل کہتے ہیں' وگر نہ توکّل نہیں ہوتا بلکہ كچھ اور ہوتا ہے۔اس كے بعد فرماتے ہيں: فيستحيل على الله تعالىٰ ان يكون معه شريك في الافعال محال ہے کہ اللہ کے فعل میں کوئی اس کا شریک ہو۔اس کی وضاحت فرمار ہے ہیں کہ و اذا عرفت هذا فلا تاثیر لشيء من الكائنات في الاسباب العادية وغيرها لابطبعها ولا بقوة جعل الله فيه جبتم *بيربات بجم چك* تو (اب بیجی تبحمہ چکے ہوگے کہ) کا ئنات میں جتنے بھی اسباب ہوتے ہیں (یعنی میرافعل بھی بظاہرا یک سبب بنتا ہے کسی شے کے ظہور پزیر ہونے کا) تو اسباب کاکسی بھی شے کو وجود دینے میں کوئی عمل وخل نہیں ہے ، چاہے یہ مانا جائے کہ وہ اسباب اپنی طبیعت کی بنیاد پر فعل کوظہور پزیر کرتے ہیں یا اللہ نے ان میں بیقوت رکھی ہے۔

#### طبيعت اورقدرت ِمودٌ عه كاعقيده

یہ دوقتم کے عقیدے ہیں جس کی انہوں نے یہاں نفی کی ہے۔ ایک ہے فلاسفہ کا عقیدہ کہ جو چیزیں اللہ نے بنائی ہیں ان کی طبیعت (نیچیر ) ایسی ہے کہ ان سے بیا فعال ظہور پزیر ہوتے ہیں۔سادہ سی مثال جوفلا سفہ نے بھی دی ہےاور مشکلمین نے بھی کہ آگ کے اندر خاصیت اللہ نے نہیں رکھی بلکہوہ شے اللہ سے چونکہ ارادے کے تحت ظہور پزیرنہیں ہورہی بلکہ علّت کے طریقے پر ہورہی ہے تو آگ کے اندر صلاحیت اس کی اپنی طبیعت ہے نیچر ہے۔اس آگ کے نتیجے میں احتراق حاصل ہوتا ہے' چیز جل جاتی ہےتو بیآ گ اپنی طبع کے اعتبار سے جلاتی ہے۔ پیعقیدہ مسلمانوں کے ہاں کفر ہے۔اس پرتوا تفاق ہے کہ بیہ بات تو کفریہ ہے' کیونکہ فلاسفہ کےاس قول کا نتیجہ بیہ ہوتا ہے کہاللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں ہےلہٰذااس کے کفر پرتوا جماع ہے۔البتہ امام سنوسی نے ایک اور بات کی بھی ففی کی ہے۔ وہ مسلک بیان کیا ہے جوعمو ماً جمہورا شاعرہ اور ماتریدیہ کاعقیدہ ہے۔شاید ماتریدیہ میں کچھ لوگوں نے اختلاف کیا ہولیکن متعدد جگہوں پر مجھے تو اختلاف نظرنہیں آیا' بلکہ مصطفیٰ صبری علیہ الرحمہ جوخود ماتریدی تھے' میں نے صراحتان کی بیعبارت پڑھی ہے کہاس میں ماترید بیاورا شاعرہ میں اختلا ف نہیں ہے۔

وہ عقیدہ جس کی امام سنوسی نے فنی کی ہے اور جوعمو ماً ہمیں بھی پڑھا یا جاتا ہے اگر چہوہ اہلِ سُنّت کانہیں ہے' یہ ہے کہ اللہ نے چیزوں میں خاصیت رکھی ہے' اور کسی نے نہیں رکھی ۔ یعنی اللہ نے آگ کے اندر جلانے کی







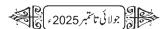
خاصیت رکھی' پانی کے اندر پیاس بجھانے کی' کھانے کے اندر بھوک مٹانے کی خاصیت رکھی ہے اور اسی طریقے پر قیاس کرتے چلے جائے ۔اس میں اللّٰہ کی قیدلگائی گئی ہے جس کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔امام بیجوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر چہاس میں بھی اختلاف رہاہے کہ بیے عقیدہ بھی کفریہ ہے کہ نہیں' لیکن بدعتی عقیدہ ہے' جو انسان کو فاسق بنا سکتا ہے۔

#### اسباب اورمستبات كارشته اقتراني

بی وہ عقیدہ ہے جو تو حید کی جان ہے اور جس میں تو گل اپنے صبح اظہار کے ساتھ وجود پزیر ہوتا ہے۔وہ عقیدہ بیہ کہ کس شے میں اسباب اور مسبّب کا رشتہ عادی ہے اقترانی ہے۔ اقترانی کا مطلب بیہ ہوتا ہے کہ سبب اور مسبّب بس ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ سبب کی مسبّب میں تاثیر کوئی نہیں ہوتی۔ بیاللہ کی عنّت ہے کہ اُس نے ہوگی۔ حرارت ایک الگ شے ہے 'آگ ایک الگ شے ہے۔ اللہ کی صنّت یہ ہے کہ جب بھی آگ ہوتی ہے تو وہ ہوگی۔ حرارت ایک الگ شے ہے 'آگ ایک الگ شے ہے۔ اللہ کی صنّت یہ ہے کہ جب بھی آگ ہوتی ہوتی ہے تو وہ حرارت پیدا اللہ نے ہے۔ آگ ایک الگ شے ہے۔ اللہ کی صنّت یہ ہے کہ جب بھی آگ ہوتی ہوئی ہے کہ حرارت پیدا فرما تا ہے۔ آگ میں کوئی قوت نہیں ہے جس کو کہتے ہیں قوت ِمود عہ کہ اللہ نے وہ یعت کی ہوئی ہے کہ اللہ نے رکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بینہیں ہوئی ہے۔ اللہ نے ہوئی ہی کھڑا نہیں ہوسکتا ۔ کہتے ہیں بس بیاللہ کی سبب کے اعتبار سے ہواللہ ایس بی کر رہا ہوتا ہے۔ سبب کے اندرتا شیر کھی ہوئی اسبب تا شیر رکھتا ہے اس عقید ہے ہو سکتے تھے: یا تو سبب تا شیر رکھتا ہے اس عقید ہے ہو سکتے تھے: یا تو سبب تا شیر رکھتا ہے اس عقید ہے ہو سکتے تھے: یا تو سبب تا شیر رکھتا ہے اپنی طبیعت کے اعتبار سے وہ تو کھر ہوگیا 'یا سبب تا شیر رکھتا ہے اس عقید ہے ہو اللہ سبانہ وہ تا ہے۔ اس کو انہوں نے فسق کہا کہ بی عقیدہ بھی درست نہیں تو تو سے بڑا فرق واقع ہو جا تا ہے۔

## اسباب میں تا نیر کے عقیدہ کے نتائج

اس کا نتیجہ یہ نکاتا ہے کہ اللہ تعالی فاعل حقیقی نہیں ہے مؤثر حقیقی نہیں ہے اللہ indirect فعل کر رہا ہے کینی اللہ نے صلاحیت رکھ دی ہے جس کے بعد اس صلاحیت کے تحت افعال سرز دہور ہے ہیں۔ اس سے کا نئات کا جو ایک تصور آتا ہے وہ مشینی ہے۔ ایک مکینیکل کا نئات ہے جس میں اللہ تعالی ہر آن تدبیر امر نہیں فرما رہے ہوتے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے کچھ قوانین کے تحت کا نئات بنائی ہے کچھ laws ہیں جو movern کر رہے ہیں ان کے تحت کا نئات چل رہی ہے۔ ہاں جب اللہ نے کوئی معجزہ وکھانا ہوتا ہے تو پھر اللہ سبحانہ وتعالی مداخلت فرماتے ہیں اور وہ قانون کوتوڑ کے معجزہ جاری فرما دیتے ہیں۔ اس سے جوتصور کا نئات کا یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تدبیر کا یا ﴿کُلُّ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تدبیر کا یا ﴿کُلُّ اللہ سبحانہ وقعالیٰ کی تدبیر کا یا ﴿کُلُّ اللہ سبحانہ واللہ کی کہ ایک اللہ تا ہے وہ بھی کسی نہ کسی در جے میں ایک اللہ تی (Deistic) تصور بنتا ہے۔ واچ میکر نے والے کی محت وہ گھڑی جات وہ گھڑی چلی جات ہو اللہ تو اللہ کی اس کے اندر کچھ قوانین رکھ دیے ہیں جن کے تحت وہ گھڑی چلی وہ گھڑی چلی دے والے کا اختیار ہے کہ آکر قانون بدل قوانین رکھ دیے ہیں جن کے تحت وہ گھڑی چلی وہ گھڑی جاتے وہ گھڑی چلی دے والے کا اختیار ہے کہ آکر قانون بدل قوانین رکھ دیے ہیں جن کے تحت وہ گھڑی چلی دے وہ کہ آکر قانون بدل







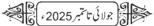
دے اور گھڑی کوالٹا چلا دے۔ موجودہ صورت حال میں گھڑی اپنے بنانے والے کی محتاج نہیں ہوتی 'اپنے بنانے والے پر deistic نہیں ہوتی۔ تو کہتے ہیں یہ تصور بہت خطرناک ہے۔ یہ ایک قسم کا deistic تصور ہے۔ عربی میں الوہیت کا قرار نہیں ہوتا' ربو بیت کا قرار ہوتا ہے کہ اللہ رب ہے خالق ہے۔ بس اتی بات کا فی ہے وہ رسول نہیں بھیجتا۔ اس تصور سے خدا سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح کا زندہ تعلق نہیں ہے کہ جو اس تصور یا عقیدے کے تحت پیدا ہوتا ہے جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہروقت فعل فراتے ہیں' یعنی ہروقت تدبیر فرمار ہے ہیں:

﴿ يُكَابِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّهَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ﴾ (السجدة: ۵) "وه تدبير كرتا باينام كي آسان سے زمين كى طرف."

یعنی اس وقت بھی اگر کوئی شے حرکت میں آئے تو اللہ کا اذن اور مشیت فوری ہوئی ہے نہیں ہے کہ قانونِ حرکت کے تحت ایسا ہوا ہے۔ قانونِ حرکت اللہ نے بھی بنادیا تھا'اس تصور کے تحت جیسے ہم نے طبیعت والا دیکھا یا قوت مودعہ والا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ'ویسے یہ مانانہیں ہے کسی نے سوائے فلاسفہ کے'لیکن لوازم میں سے ہوسکتا ہے کہ خدا کے لیے ہرایونٹ کا علم بھی ضروری نہیں ہے۔ یعنی جوابونٹ اس وقت ہور ہے ہیں وہ ایک قانون کے تحت ہور ہے ہیں'ان تمام ایونٹ کا علم بھی ضروری نہیں ہے۔ البتدا گرہم کہیں کہ ہرایونٹ اور ہر حرکت ہوتو اللہ کے کہت ہور ہے ہیں'ان تمام ایونٹ کا علم ضروری نہیں ہے۔ البتدا گرہم کہیں کہ ہرایونٹ اور ہر حرکت ہوتو اللہ کے ادن اور مشیت سے رہی ہے تو پھر اس سے علم لازم آتا ہے۔ یہ قوت مودعہ والا تصور کچھ علماء اسلام کا رہا ہے' جیسے عمو مامعتز لہ کا۔ اس طریقے پر جوسلفی حضرات ہیں جیسے ابن تیسے علیہ الرحمہ اور ابن قیم علیہ الرحمہ ان دونوں حضرات کا بھی جو تصور نظر آتا ہے وہ قوت مودعہ والا ہے کہ کا ئنات میں اللہ تعالیٰ نے اسباب میں قوتمیں رکھیں ۔ عمو مالوگوں سے سنا جاتا ہے یا تقریروں میں بھی یہ بیان کیا جا رہا ہوتا ہے کہ دیکھواللہ تعالیٰ نے قوانین بنائے ہیں جن کے تحت دنیا چل رہی ہے۔ اللہ قانون کوتوڑ نا چا ہے تو وہ تو ربھی سکتا ہے اور جب توڑ دیتا ہے تو ججج دہ ہوجاتا ہے' وغیرہ وغیرہ و

#### معجزه:خرقِ عادت

علمائے کلام مجر ہے کوٹر قِ عادت کہتے ہیں' یعنی خرقِ سُنّت ہے۔اللہ تعالیٰ کی ایک عادت ہے کہ اس طریقے پر وہ فعل کر رہا ہے' اس عادت کو وہ بدل دیتا ہے۔ البتہ وہ فعل ہر وقت اللہ کا ہوتا ہے: ﴿ کُلُّ یَوْمِ هُوَ فِیْ شَمْانِ ﴿ ) ﴿ (الرحن ) ''ہردن وہ ایک نئی شان میں ہے۔'' مفسّرین نے اس کی یہی تشریح کی ہے کہ ہر کھا' ہر آن اس کی ایک شان ہے اور وہ فعل فر مار ہا ہے۔قر آن مجید میں اللہ تعالیٰ فر ما تا ہے: ﴿ یُکَ بِیُّو الْاَحْمَ وَمِنَ السَّمَاءُ وَ اِلَیٰ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰ اللّٰہُ اللّٰہ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ







كىمۇنث بنے گىمُودَعَة \_

''یقیناً اللہ ہی تھاہے ہوئے ہے آسانوں اور زمین کو کہوہ (اپنے راستے سے) ہٹ نہ جائیں۔اوراگروہ ہٹ جائیں توکوئی نہیں جوان کوتھام سکے اس کے بعد!''

یہ اَمْسَکَ کالفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسان کوٹل جانے سے عدم کا شکار ہوجانے سے تھام کررکھا ہوا ہے۔ اگر وہ اس کو چھوڑ دے اور بیعدم کا شکار ہوجائے تو اللہ کے سواتھا م کون سکتا ہے! چنا نچہ یہ گھڑی ساز والا تصور بالکل بچگا نہ اور سادہ ہے کہ اللہ نے یہ کا سُنات بنادی ہے اور چل رہی ہے جبکہ مداخلت کے لیے بھی وہ آجا تا ہے نعوذ باللہ 'پھر چلا جا تا ہے ۔ یہ بیس ہے بلکہ ستقل تدبیرام ہور ہی ہے۔ لہذا اس کو اس طرح سمجھیں۔ اگر اس کو حال بنانے کی کوشش کریں گے تو اس سے ایمانی احوال بھی پیدا ہوتے ہیں۔ قر آن مجید کو اس نظر سے دیکھیں تو یہ بات نظر آئے گی کہ ہروقت تدبیر ہور ہی ہے۔ نفع وضرر اور اللہ کی مشیت ہر آن جاری وساری ہے۔ جب کہتے ہیں:
﴿ وَلَا تَقُوْلَنَ لِشَائَ اِ إِنِّی فَاعِلُ خُلِكَ عَدًا ﴿ وَلَا اللّٰہُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰہ اللّٰ

«وور عقون بیسه می و رق کو کو کو کام کان کار ہیں کہ میں میکا م کل ضرور کردوں گا مگر مید کہ اللہ چاہے!''

یہاں انہی جزوی مشیتوں کی بات ہور ہی ہے کہ میں کل یہ کا منہیں کرسکوں گا مگریہ کہ اللہ چاہے۔ گویا وہاں ایک الگ مشیت ہوگی اللہ کی تو پھرمیری چاہت پیدا ہوگی۔میری جزوی چاہتیں جو ہروقت پیدا ہور ہی ہیں' کہا جاسکتا ہے کہ یہ توکسی قانون کے تحت ہور ہی ہیں کہ اللہ نے کوئی صلاحیت دے دی ہے مگر اللہ نے جزوی چاہت کے بارے میں بیفر مایا:

﴿ وَمَا تَشَاَّءُونَ إِلَّا آنُ يَّشَاءَ اللهُ رَبُّ الْعَلَمِينَ ﴿ ﴾ (التكوير)

''اورتمہارے چاہے بھی کچھنہیں ہوسکتا جب تک کہاللہ نہ چاہے جوتمام جہانوں کاربّ ہے۔''

یہاں جزوی چاہت کی بات ہورہی ہے۔ جزوی چاہت کا مطلب ہے کہ میں جوایک چھوٹا سااِ دھرارا دہ کرتا ہوں اوراُ دھرارا دہ کرتا ہوں وہ بھی اللہ کی مشیت ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں بتارہی ہیں کہ اللہ ہی مؤثرِ حقیقی اور فاعلِ حقیقی ہے۔اُس کے سوا کا ئنات میں اور وجود میں کوئی شے مؤثر نہیں ہے۔اللہ کے افعال میں کوئی شریک نہیں ہے اور







کا ئنات میں کسی سبب کومستب پیدا کرنے کا اختیار نہیں ہے' یا کسی سبب میں مستب پیدا کرنے کی تا خیرنہیں ہے' نہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے نہ قوتِ موقاعہ کے اعتبار سے مستخیلات کا بیان چل رہا ہے تو یہاں مستخیل میہ ہے کہ اللہ کے فعل میں اس کا ئنات میں کو کی شر کیے نہیں ہے' فعل اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کا چل رہا ہے۔

نظریهٔ کسب

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہمارافعل کیا ہوا! اب بیاصل میں مستیلات سے متعلق بات نہیں تھی،

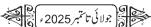
یہاں وہ صرف گویا ایک پیدا ہونے والے شہے کا جواب دینے جارہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ و کذا کہ
یہاں بھی ایساہی ہے۔ ہوسکتا ہے پچھلوگ یہ بن کر کہیں کہ یہ پوری کا نئات توایک جگہ ہے لیکن انسان ایک الگ و جود
ہے اس کے پاس توارادہ اور اختیار ہے وہ تو کا نئات کی طرح نہیں ہے۔ فرماتے ہیں: وکذا اس طریق پر انسان کا
معاملہ بھی ہے جوہم نے بیان کردیا: لا تاثیر للعباد وغیر ہم من الافعال فی افعاله م انسان اور ان کے سواجو
بھی زندہ ہیں ان کی بھی کوئی تا ثیران کے افعال کے وجود میں نہیں ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ انسانی افعال دو حصوں میں
تقسیم ہوتے ہیں: اضطراری اور اختیاری۔ یہی تقسیم عموماً کی جاتی ہے۔ جیسے رعشہ کی بیاری انسان کے اختیار میں
نہیں ہے تو بیاضطراری افعال میں سے ہے جبکہ پچھا ختیاری ہیں۔ کہدر ہے ہیں کہ اضطراری میں تو بات واضح ہے
اس میں واقعی انسان کو اختیار نہیں ہوتا لیکن جہاں اختیار ہے وہاں اسے خیال ہوجا تا ہے کہ وہ اپنے اختیار اپنے
ارادے اور اپنی قدرت سے چیزوں کو وجود دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسا پھی جبی نہیں ہے کہ اللہ نے انسان کو مستقل

اب بیسادہ طریقے سے جوکسب کاعقیدہ ہے اشاعرہ کا اس کی وضاحت ہورہی ہے۔ بیصرف اشاعرہ کا نہیں' ماتر یدیہ کا بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اسباب کی مسبّبات میں کوئی تا خیر نہیں ہوتی لیکن ہمیشہ سبب کے بعد ہی مسبّب آتا ہے۔ ہمیشہ سے مراد ہے جو عادت ہے اللّٰہ کی۔ سبب ہوگا یعنی آپ کہیں گے پانی کی کوئی تا غیر پیاس بجھانے میں نہیں ہے لیکن پیاس میری بجھ نہیں رہی اس کے بغیر' تو در حقیقت یہی اللّٰہ کی عادت ہے کہ پانی پیوتو پیاس بجھ جائے گی۔ پیاس کا بجھنا اس سبب کے بعد ہور ہا ہے' اس کو کہتے ہیں افتران۔ افتران کا مطلب ہے دو چیزوں کا ایک ساتھ ہونا۔ کہتے ہیں اس طریقے پر انسان کے اندرایک قدرت تو رکھی گئی ہے جس سے جو نعل وجود میں آتا ہے وہ بالکل اسی نوع کا ہوتا ہے جس طرح پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے۔ اس میں پانی کی بیاس بجھانے میں کوئی تا غیر پیدا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ اس کی قدرت کی تو خیر پیدا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح بیل کی قدرت کی تو خیر پیدا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح بیل کی قدرت کی تو خیر پیدا فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح بیل کی قدرت کی قدرت کا مقدور (موجود) کو پیدا کرنے میں تا غیری رابطہ نہیں ہوتا 'ختا غیری تعلق ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیری رابطہ نہیں ہوتا' ختا غیری تعلق ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیر نیں تا غیری رابطہ نہیں ہوتا' ختا غیری تعلق ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیر نہیں تو فیری قدرت سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیر نہیں رابطہ نہیں ہوتا' ختا غیری تعلی ہوتا بلکہ ہوتے بلکہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیر نہیں رابطہ نہیں ہوتا' ختا غیری تعلی ہوتے بلکہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے نعل کو پیدا کرنے میں تا غیر نہیں وہ میری قدرت سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہوتے بلکہ اس خور کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں وہ میری قدرت سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہو کہ کیا کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں ہوتے بلکہ ہوتے بلکہ ہوتے بلکہ کیا کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں ہوتے بلکہ کے بیا کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں ہوتے بلکہ کیا کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں کیا کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں کو جو کہ کو بیدا کرنے میں تا غیر نہیں کی تو کو بیدا کرنے میں تا خور میں کیا کو بیدا کرنے کی تائیل کو بیدا کرنے کے کی تا خیر کو کو بیل کی









اللہ کفعل سے پیدا ہوتے ہیں تو پھر میری قدرت کا میر نے عل سے سنوع کا تعلق ہوا! کیا وہ تعلق ہے جو قدرت کا مقدور سے ہوتا ہے؟ کہتے ہیں وہ تو ہونہیں سکتا۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ وہ تعلق ہے جس میں کوئی تا ثیر نہیں ہوتی قدرت کے نتیجے میں مقدور پیدا ہونے کی اوراس نوع کے تعلق کو ہم کسب کہتے ہیں۔ یہ بات آسانی سے سمجھ میں نہیں آتی کہ قدرت ہے لیکن قدرت ہوئی شے وجود میں نہیں آرہی۔ ہاں تعلق ہے لیکن وہ کسب کا ہے۔ کسب کا تعلق یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ انسان اپنے ارادے سے فعل کی طرف اپنی قدرت کو متوجہ کریں تو میں فعل پیدا فرما دوں گا۔ قدرت متوجہ تو ہوئی ہے اس فعل کی طرف ارادہ متوجہ تو ہوا ہے ، چاہے میر سے اراد سے اور قدرت اور اراد سے کی توجہ ہور ہی ہے۔ اس فعل کی طرف ' یہ جو قدرت اور اراد سے کی توجہ ہور ہی ہے۔ اس فعل کی طرف ' یہ جو تعلق پیدا ہوا ہے اس کو کسب کہتے ہیں۔ اس سے وہ شے وجود میں نہیں آتی۔ ہم عتر لہ کا عقیدہ: انسان اپنے اعمال کا خالق معتر لہ کا عقیدہ: انسان اپنے اعمال کا خالق

معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ فعل ہماری قدرت سے وجود میں آتا ہے۔وہ ہمارا مقدور ہوتا ہے۔ہم اپنے اعمال کے خالق ہوتے ہیں۔ اہلِ سُنّت کہتے ہیں کہ ہم اپنے اعمال کے کاسب ہوتے ہیں' خالق نہیں ہوتے ۔ چنا نچہ یہاں انہوں نے بس اس انداز میں سمجھا دیا کہ یہ ایک نوع کا تعلق ہے اور یہ کسب ہے۔ اس کسب کی بنیاد پر اللہ سبحا نہ وتعالیٰ کے ہاں انسان کی پکڑ ہوگ' کیونکہ اس کا ارادہ اور قدرت متوجہ تو ہوئی ہے۔ یہ توجہ کا فی ہے کہ انسان اللہ کے سامنے جواب دہ ہواس کے سامنے مسئول ہو۔ باقی فعل اور ایجاد میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ۔ کہد دے کہ میں نے کوئی شے ایجاد کر دی ہے یا میں نے اسٹے کوئی شریک نہیں ہے۔ فعل کے اعتبار سے کا کنات میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

اس لحاظ سے یہ بحث انہوں نے یہاں کی ہے۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ کے افعال میں کوئی شریک نہیں ہے تو پھر سوال پیدا ہوا کہ ہم توفعل کرتے ہیں 'ہم تواللہ کے ساتھ شریک ہو گئے! انہوں نے کہا تم فاعل نہیں بلکہ کاسب ہو۔ کہہ رہے ہیں کہ انسانی اختیار'ارادہ اور قدرت بھی اسبابِ عادیہ کی طرح ہیں۔ یعنی اقتران کے ساتھ مسبب وجود میں آتا ہے لیکن انسانی اختیار اور ارادہ بھی تا ثیر نہیں رکھتا مقدور یا ممکن کو وجود میں لانے میں ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہی ہے وہ تعلق جو قدرتِ حادثہ یعنی ہماری قدرت کا فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس ارتباط اور اقتران کو ہی ہم کسب کہتے ہیں۔ اس لیفعل کی نسبت انسان کی طرف کر دی جاتی ہے اور اس کی بنیاد پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں اس کی بوچھ بچھ بھی ہوگی اور حساب کتاب بھی۔

#### عجز:الله ك حق مين ستحيل

آخری بات یہ ہے: ویستحیل علی الله تعالی العجز عن ممکن ما وایجاد شئ ما فی العالم مع کر اهیة لو جو ده۔ایا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالی کی بھی ممکن شے کو وجود دینے سے عاجز آ جائے۔اس ضمن میں قرآن مجید کی مشہور آیت ہے:







﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَ لا مِنْ شَيْءٍ فِي السَّهٰ وْسِ وَلَا فِي الْآرُضِ وْ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا آ﴾ (فاطر) ''اورالله كى شان اليى نہيں كه أسے كوئى بھى چيز آسانوں ميں ياز مين ميں عاجز كرسكے۔ يقينًا وہ ہر چيز كاعلم ركھنے والا 'ہر چيز پر قادر ہے۔''

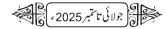
اللہ سبحانہ وتعالی کوزمین وآسان کی کوئی شے عاجز نہیں کرسکتی۔ عاجز کا مطلب ہوتا ہے کہ کرنا چاہ رہا ہوں لیکن نہیں کر پارہا۔ ایسا بھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ کرنا چاہے اور نہ ہو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: و ایجاد شدی ما 'اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ سی شے کوکا ئنات میں وجود دین مع کر اھیۃ لوجو دہ اگر چہوہ اس کو وجود دینا چاہ نہ رہے ہوں یعنی زبرد سی سی فرریعے ہے ہوگیا۔ اس طرح کی کوئی شے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں نہیں ہوسکتی۔ اللہ کا جوفعل سرز دہوتا ہے وہ محض اُس کے اراد ہے ہوتا ہے اور اراد ہے پرتا ٹیر کسی اور کی نہیں ہوتی۔ و لامعقب لیکھمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق ایک بھی کئی دفعہ عوام لے کہمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقائد بھی گئی دفعہ عوام لے کہمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حقائد بھی گئی دفعہ عوام وجود میں نہیں آتی کہ اللہ نے تونہیں چاہا تھا یا چاہا تو زبرد سی کی شفاعت سے ہوجائے گا یا پھر اس طرح کے عقائد کہمی گئی دفعہ عوام الناس میں سرایت کر جاتے ہیں کہ اللہ نہیا ہی تو رہا ہوگا تو کسی کی شفاعت سے ہوجائے گا یا پھر اس طرح کے عقائد کی نہیا ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدر کی معرفت نہ کرنے اور اللہ کو تی کھی کسی طرح رہیں کہا جائے گا۔ یہ سب فضول با تیں ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدر کی معرفت نہ کرنے اور اللہ کو تی کھی لیے پر نہ پہچانے کا نتیجہ ہیں۔ اللہ کے نہ چاہے ہوئے شفاعت ہوجائے 'ایسانہیں ہوسکا۔

# غفلت اور ذهول بهي مستحيل

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے کوئی شے غفلت اور ذہول میں ہوجائے اس کا بھی کوئی امکان نہیں ہے ' یا تعلیل اور طبع کے ذریعے ہوجائے۔ یہ تعلیل اور طبع فلاسفہ کے عقید ہے کار دہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کرتے ہیں لیکن وہ علی طریق تعلیل ہے' اراد ہے سے نہیں ہور ہا ہوتا بلکہ علت کے نتیج میں ہوتا ہے۔ یہ بھی اراد ہے کی نفی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طبیعت کے اعتبار سے فعل کرتے ہوں یا اللہ تعالیٰ علت ہوں جن سے معلول بغیر اراد ہے کے صادر ہوجائے۔ یہ سب با تیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حق میں مستحیل ہیں۔ مستحیل کا مطلب ہے کہ جس نے اس بات کا عقیدہ رکھا گویا اُس نے خدا کو نہیں پہچانا اور کسی اور کو اپنا معبود مان لیا ہے۔



قرآن حکیم کی مقدس آیات اوراحادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہذا جن صفحات پریه آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق ہے حرمتی ہے محفوظ رکھیں۔







# مبا دى علم كلام (\*) سعيرعبداللطيف فوده ترجمه: بمرم محود

گزشته شارے میں سعیدعبداللطیف فو دہ کی کتاب''بحوث فی علم الکلام'' سے ایک حصتہ کا ترجمہ'' مبادی علم کلام'' کے عنوان سے دیا گیا تھا۔اب اس سے آگے کا کچھ حصتہ کا ترجمہ دیا جارہا ہے۔ بیربہت سے اہم مباحث کا احاطہ کرتا ہے' مثلا علم کلام کا موضوع' غایت ومقصد' منفعت اور مسائل وغیرہ۔بعض جگہوں پر بریک میں پچھ تشریحی اضافے راقم الحروف کے ہیں۔

#### علم كلام كاموضوع

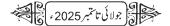
علم توحید کا موضوع ہروہ ''معلوم' ہے کہ جس کا دین عقائد کے اثبات سے کوئی بھی تعلق ہور کسی بھی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے ذاتی عوارض کے بارے میں اس علم میں بحث کی جاتی ہو۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ اس علم توحید میں ذات خالق وصانع کے احوال (اورصفات) مثلاً قدم' وصدت' قدرت' ارادہ اور اس طرح کے دوسرے احوال وصفات کے بارے میں بات کی جاتی ہے' اور یجی اصلاً اسلامی عقیدہ ہے۔ اس طرح حادث ہونا' مختاج ہونا' اجزاء کا حامل ہونا اور فانی ہونا وغیرہ جو کہ جسم اورعرض (یعنی تمام حوادث' ممکنات' تمام عالم ) کے احوال ہیں اور اسلامی عقیدہ کے لیے و سیلے کا کام دیتے ہیں (یہ بھی علم الکلام کے موضوعات میں شامل علم ) کے احوال ہیں اور اسلامی عقیدہ کے لیے بیدا کرنے والے کے مختاج ہونے کی دلیل ہے۔ یہ بیں )۔ جسم کا مرکب اور فنا کے قابل ہونا اس کے لیے ایک پیدا کرنے والے کے مختاج ہونے کی دلیل ہے۔ یہ سب ''معلوم' '(ہروہ تصور جوذ بن میں آ سے اور عمل کا موضوع بین اس ذکر کردہ حیثیت میں علم توحید کا موضوع ہونا ایک تحقیق در سے دیں علم توحید کا موضوع ہونا ایک تحقیق اور مسلمہ بات ہے۔ مسلمان جب دعوت کا آغاز کرتا ہے اور اس پر استدلال بھی قائم کرتا ہے تو وہ اس بات پر مجبور بوتا ہے کہ اس کے پاس جو بھی علوم ہیں وہ ان کو عقیدہ کے اثبات میں مفید بنا سکے۔ یہاں علوم سے بہاری مرادوہ سب بچھ ہے جس میں معقولات' تجربیات اور محتوار آت ( تو از سے بینچنے والی اخبار) اور اس کے علاوہ ہو بھی علم اور میں بیا ہات از کی ہیں کہ اور میں کہ تمام علوم اس کے مؤید ( مبدأ کلی ) کے بارے میں یہ بات لاز می ہے کہ وہ علوم میں اپنی بنیاد یں رکھتا ہوئان معنوں میں کہ تمام علوم اس کے مؤید ( تا نکیکر نے والے ) ہوں 'ان معانی میں نہیں کہ ان



تمام علوم کے بغیراس کا قیام ہیممکن نہ ہو۔ بنیا دی ُ کُلّی اصول کے لیے بیرکا فی ہے کہ و معقولات اوربعض حسیات پر قائم ہو کیکن اس کے بعد پیشرط ہے کہ وہ جوبھی علوم سامنے لائے' چاہے وہ علوم کےمصادر میں ہے کسی بھی مصدر سے کیوں نہ ہوں' وہ اس بنیادی اصول سے متعارض نہ ہوں ۔اسی وجہ سے عقا کداورقر آن مجید جوخبریں دیتا ہے ان کے اثبات کے لیے کسی بھی علم کوخادم بناناممنوع نہیں ہے۔البتہ چونکہ بیا یک خطرناک اور نازک معاملہ ہے لہذا اس کے لیے شدیداحتیاط اور دین کے گہرےعلم کی ضرورت ہے۔ پھراس کےساتھ اس علم کوبھی گہرائی میں جاننے کی ضرورت ہے جس کوخادم بنایا جارہا ہے ( سائنس کواسلام کی حمایت کے لیے استعمال کرنے والوں کو بیاصول پیش نظر ر کھنا چاہیے۔ سائنس کی فلسفیانہ بنیادوں سے واقفیت اشد ضروری ہے )۔ جلد بازی اور ہرز مانے میں جو پچھ مشہور اور چلتی ہوئی باتیں ہوتی ہیں ان کی رومیں بہنے سے اپنے آپ *کورو کنا لا زمی ہے 'کیونکہ بعض نظر*یات اس *طرح* سے بیش کیے جاتے ہیں کہلوگ انہیں قطعی تمجھ لیتے ہیں اور دھوکا کھاتے ہیں ۔اس طرح کےنظریات پرمطلق اعتاد درست نہیں ۔ ان معاملات میں ہے کسی معاملہ میں اگر ذراسی بھی غلطی ہوگئی تو دین کوہی اس کا قصور وارتھبرایا جائے گا۔لوگوں سے پنہیں کہا جاسکے گا کہ بیفلاں آیت کی تفسیر میں مفسّر کی غلطی ہے یا فلاں نظریے کووہ صحیح سمجھنہیں سکا ( اور اس نے اس کوقر آن کی تفسیر بنادیا ) وغیرہ' بلکہ اس بنیادیر دین کے دشمنوں اور شک پیدا کرنے والوں کی طرف سے پروپیگیٹر ہے کا آغاز ہوجائے گا کہ بید ین کا تناقص ہے اورا پیے کُلّی اصول پر جو داخلی تناقص رکھتا ہو زندگی کی بنیادنہیں رکھی جاسکتی۔اس ساری بحث کووہ دین کےمبادی پرحملہ کے لیےاستعال کریں گے۔اس معاملہ میں آ گے بڑھنا نہایت خطرناک ہے بلکہ دین کے ہرمعاملہ میں ہی احتیاط لازمی ہے۔اس طرح کےمعاملات میں دِقتِّ نظر کے حامل ( اوررسوخ فی العلم ر کھنے والے ) علماء کامشغول ہونا ہی مناسب و جائز ہے۔

چونکہ علم تو حید کا موضوع ''معلوم'' اپنی اس حیثیت میں ہے کہ وہ عقا کہ کے اثبات کا باعث بے' اس لیے جب علاء کو مثلفہ علوم وفنون میں مشغول دیکھا جائے' مثلاً طبیعیات' ریاضیات' طب یہاں تک کہ فلسفہ وغیرہ میں تو ان پراعتراض کرناکسی کے لیے جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ مشغولیت ان کی کا وشوں کو ایک بنیا دفراہم کرتی ہے۔اگر آپ اپ اپنی کو ان بنیا دوں سے مجر دسمجھ لیں تو دراصل آپ اس علم (کلام) کی بنیا دوں کو ڈھار ہے ہیں۔ تمام علوم میں غور وفکر کا یہ اسلوب اوراس کی بنیاد پردین کی حقیقت اور محکمیت کا اظہار کوئی بدعتی طرز نہیں ہے' بلکہ یہ بہم وہ درست طریقہ ہے جو قر آن مجید سے اپنا استنا در گھتا ہے۔ ان بے شار آیات پر نظر ڈالیے جو حقائق وجود اور حقائق وجود داور حقائق فنس پر کلام کرتی ہیں اور زمین و آسان میں غور وفکر کے لیے ابھارتی ہیں۔ جو بات ہم کرر ہے ہیں اس کے بار بے میں اگر بیآیات بھی دلیل نہ قر اردی جائیں توکسی بھی معاطے پر دلیل کیسے قائم کی جاسکے گی؟

کوئی بیرنہ سو ہے کہ ہم نے علم تو حید کا موضوع''معلوم'' کوقر اردیا ہے اوراس معلوم میں سے قر آن وسُنّت کو خارج کر دیا کہ ان سے اثباتِ عقائد کی خدمت لی جا سکے۔ ہر گزنہیں! قر آن وسُنّت تو ان معلومات میں شامل ہیں





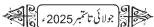


جوعقا کد دینیے پردلالت کرتی اوران کو ثابت کرتی ہیں۔ اثبات عقا کہ کے لیے قرآن و عنت سے خدمت لینااس علم کے اصولوں کے ساتھ ہم آ ہنگی کی نسبت رکھتا ہے۔ تہمیں اس آ دمی کا قول دھو کے میں نہ ڈالے جو یہ کہتا ہے کہ انل عنت یعنی اشاعرہ و ماتر ید ہیے کے علائے تو حد قرآن و عنت سے استدلال نہیں کرتے بلکہ عقل کو کافی سیجھتے ہیں۔ اس قول کا قائل اپنے اس قول کو بغیر قیود قول کا قائل اپنے اس قول کر ہا ہے۔ اس قول کو بغیر قیود لگائے مطلق انداز میں بیان کرناا یک غیر معقول بات ہے۔ اس قول کا قائل یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ احادیث رسول کا حائل کون ہوا اور اس کو ہمارے زمانے تک کس نے پہنچایا! کس نے علوم قرآنیے کی حفاظت کی؟ کون تغییر قول کے مطلق انداز میں ہوا اور اس کو ہمارے زمانے تک کس نے پہنچایا! کس نے علوم قرآنیے کی حفاظت کی؟ کون تغییر قول کے باطل ہونے پردلیل ہیں۔ موقوقیت لے گیا؟ بیقول صرح ظلم کوظا ہر کرتا ہے اور ہمارے تمام علوم اس قول کے باطل ہونے پردلیل ہیں۔ محقق علائے اہل شنت نے ہی تو بیسارے کام انجام دیے ہیں۔ اس طرح علوم پر تعوی ادر تا جا دی مائی مونے کہ ہونے کہ ہونہ کی ہونہ کی ہونہ کی مہارت رکھتے تھے۔ جس کے قلب پر پردہ ہونہ وہ ہی اس بات کا انکار کرسکتا ہے۔ جوآدی اس صد تک چلا جائے ہیں مہارت رکھتے تھے۔ جس کے قلب پر پردہ ہونو ہی اس بات کا انکار کرسکتا ہے۔ جوآدی اس حد تک چلا جائے نہیں (کیونکہ وہ کی بنیاد پر کھڑے ہے کہ سے منا قشہ و مکا لم ممکن ہی نہیں (کیونکہ وہ کی بنیاد پر کھڑے ہے کہ سے منا قشہ و مکا لم ممکن ہی

علمائے اہلِ سُنّت جب عقل کو عقا کد کے اثبات کے لیے خادم بناتے ہیں تو ان کا یہ فعل دین میں ان کی شاہت کو پہلے ظاہر کرتا ہے اوران کے اپنے آپ پراعتاد کو بعد میں' کیونکہ عقلی بحث کے دوران ان کواس بات پر کامل یقین ہوتا ہے کہ اس بحث سے وہ کسی دین مخالف نتیج تک قطعاً نہیں پہنچیں گے بلکدان کے بیا شدلالات کفر کے ستون کے انہدام کاباعث بنیں گے۔ جب معاملہ ایسا ہوتواس طریقے کوچھوڑنے کی کوئی وجنہیں ہے۔

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو بھی اس علم میں غورو نوض کرے اس میں پچھ خاص صفات کا ہونا لازمی ہے' کیونکہ ہرعلم کے پچھ اہل لوگ ہوتے ہیں (لِکُلِّ فَنِّ رِجَال) تا کہ وہ ان عقلیٰ علمی اوراصولی اصطلاحات کے سامنے آنے سے گھبرانہ جائیں جو کہ اس فن کی کتابوں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ جو اس علم میں غورو خوض کرنا چا ہتا ہے اس کے لیے ان تمام علوم (اصطلاحات) میں مہارت ضروری ہے۔

جب یہ بات مسلم ہے کہ دین دنیا و آخرت کی خیر کی طرف لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے تا کہ انسان کی حیاتِ و نیوی اور حیاتِ اُخروی دونوں کی اصلاح ہو سکے تو انسان کے لیے اس بات پر بغیر شک و تر در جازم ہونا ضروری ہے کہ وہ جب بھی علوم دنیوی میں سے کسی علم مثلاً طبیعیات پرغور دخوض کرے گا تو دین کے خلاف یااس کی نقیض بات سامنے نہیں آئے گی۔ اسی طرح اس پر لازم ہے کہ اس اعتقاد پر جم جائے کہ علوم دنیوی میں وسعت کا پیدا ہونا اور انفس و آفاق کی معرفت اس دین کی طرف اس کے ایمان واطمینان میں اضافہ کر ہے گی۔ بیمعرفت جو پچھ شرع نے بتایا ہے اس پر دلیل کا کام کرے گی (اور اگر اس کے برخلاف ہوتو یقیناً اس معرفت میں ہی مسکہ ہوگا کیونکہ وہ معرفت بہر حال ظنی ہے )' کیونکہ یہ دونوں ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ اطمینانِ قلبی







اس کے لیےغور وفکر کے جوضح قوا نمین ہیں ان کے ساتھ تعلق وتمسّک اورنظر و بحث میں کاوش و تحقیق کا باعث بنے گا۔ صحیح عقید دلیھی تعصّب اور ڈ ھٹائی پیدانہیں کرتا۔

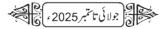
ہمارایی تول کہ اس علم کا موضوع ''معلوم' ہے تو معلوم سے مراد موجود بھی کی جاسکتی ہے جس میں وجودی اور اعتباری دونوں شامل ہیں۔ ہم نے ''معلوم' کا لفظ اس لیے استعال کیا ہے اور اسے ''موجود' سے اس لیے مقدّم کیا ہے تا کہ یہ تعریف ان لوگوں کے لیے بھی درست قرار پائے جو وجو دِ ذہنی کے قائل نہیں ہیں اور جو علم کی تعریف عقل میں صورت کے حصول سے نہیں کرتے اور حال اور معلوم کے مباحث کو اس علم سے خارج سمجھتے ہیں۔ (''معلوم' ''موجود' سے عام ہے۔ ہر موجود معلوم بھی ہوسکتا ہے لیکن ہر معلوم لازی نہیں کہ موجود ہو سکے۔ وجود ذہنی کے قائل نہ ہونے سے مرادیہ ہے کہ وہ دور دہن ہی پائے جانے والے تصورات کو ایک گونہ وجود کا حامل نہیں کہتے بلکہ وجود صرف خارج میں موجود اشیاء تک محدود ہے۔ اس طرح علم کی تعریف ذہن میں صورت کے حصول سے نہ کرنے سے مرادیہ ہے کہ وہ خارج سے مطابقت کو اس صورت کے علم قرار دیے جانے کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔ ) معلوم سے ہروہ چیزمراد لی جاتی خارج سے مطابقت کو اس صورت کے علم قرار دیے جانے کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔ ) معلوم سے ہروہ چیزمراد لی جاتی حرب پر یہ لفظ صادق آئے۔ اس وجہ سے اس میں محالات' حقیقی موجود ات' انتزاعی اور اختر اعی اعتقادات سے جس پر یہ لفظ صادق آئے۔ اس وجہ سے اس میں محالات میں کوئی اشکال نہیں ہے ( کہ یہ سب معلوم کے دائر سے میں آئیں گیں گی اگران سے النہیات پر استدلال ممکن ہو۔ اس بات میں کوئی اشکال نہیں ہے ( کہ یہ سب معلوم کے دائر سے میں آئیں گیں گی ) اگران سے النہیات پر استدلال ممکن ہو۔

ساری بات کا حاصل ہے ہے کہ اس علم میں ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے لیے ثابت احکام اور دنیاو آخرت میں ممکنات کے احوال ومعاملات سے قانونِ اسلام کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے۔ قانونِ اسلام سے ہماری مراد دین میں معتبر اسبابِ علم ومعرفت ہیں۔ ہر بنیادی محیط اصول اور کامل نظام اپنے پچھ خاص معیارات اور تر از ور کھتا ہے تاکہ معاملات کو ان پر پر کھا جا سکے ۔ بیموازین وسائلِ علم ومعرفت ہی ہیں۔ تمام معلومات کا اسلامی نظریۂ معرفت وعلم کے ساتھ ہم آ ہنگ ہونا ضروری ہے۔ ہر وسیلۂ معرفت جس کا قطعی ہونا معلوم ہووہ اسلامی طریقۂ معرفت ہی ہیں۔ ہیں ہیں۔ ہیں ہیں ہوں معلوم ہووہ اسلامی طریقۂ معرفت ہی ہیں۔

# علم كلام كى غايت ومقصد

اس علم کی غایت میہ ہے کہ ایمان اورا حکامِ شریعت کی تصدیق میں ایسا تقانِ محکم پیدا ہوجائے کہ شبہ پیدا کرنے والے کا شبہ اس کو ہلانہ سکے۔اس بات پر بہت سے دلائل قائم ہیں کہ انسان کی دنیوی اوراخروی سعادت اس دین پر ہی ہنی ہے۔اس دین کے اصولوں کو انسانی نفوس میں راسخ کرنا' ان کو استحکام فراہم کرنا اور اَعدائے دین اور کفار کے شبہات کورد کردینا ضروری ہوگیا ہے۔

یے سمجھنا درست نہیں ہے کہاس دین کی صحت پر استدلال اند ھے تعصب کی قبیل سے ہے بلکہ اس کا تعلق تو یقینی اور قطعی علم سے ہے۔ بیر بات وہی انسان سوچ سکتا ہے جس کاعلم دین کمز ور ہواوراس میں رسوخ نہ ہؤاور آج کل اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ ان کو حقیقتِ دین کی صحیح واتفیت حاصل نہیں ہے۔ ان کا دین سے انتساب







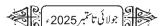
دوسروں کی پیروی میں اور اپنے معاشرے کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ ان کے اندر دین کے حوالے سے کوئی اہتمام نہیں پایا جاتا۔ اس کی وجہ بہیں ہے کہ دین کے خالف با تیں ان کے نز دیک زیادہ خقیق یا زیادہ درست ہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ دین کے حوالے سے کچھ جانتے ہی نہیں اور دنیوی معاملات میں مشغولیت کی وجہ سے دینی معاملات میں مشغولیت کی وجہ سے دینی معاملات میں کھوج کریدیا بحث کا خیال بھی ان کے دماغ میں نہیں آتا۔ ان میں سے اکثر افراد اگر کا فریا ملحد معاشروں میں زندگی گزارتے تو انہی کے رنگ میں رنگ جاتے اور ان معاشروں کے جو بھی عقائد ہوتے انہیں قبول کر لیتے اور دین کا افکار کر دیتے۔

# علم كلام كي منفعت ( فائده )

عقل مند یہ بات جانتا ہے کہ علم تو حید کا فائدہ دنیا میں دنیوی معاملات کے انتظام میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جی خام تو حید کا معاملہ نہ کیا جائے اور معاملات کو اس طریقے سے چلا یا جائے کہ بغیر فقنہ و انتظام ممکن نہیں ہے جب تک کہ عدل کا معاملہ نہ کیا جائے اور معاملات کو اس طریقے سے چلا یا جائے کہ بغیر فقنہ و فسادنوع انسانی کی بقاممکن ہو۔ انسان جب علم تو حید سے واقف ہوجاتا ہے اس میں اس کانفس قرار واطمینان پا جاتا ہے اور اس کی صفات بھی تو حید کے رنگ میں رنگ جاتی ہیں تو وہ ذاتی سعادت کو حاصل کر لیتا ہے۔ جب شریعت کے احکامات پر لوگ عمل کرتے ہیں اور اپنے باہمی معاملات کی میزان شریعت کو ہی بنا لیتے ہیں تو وہ مطلوب دنیوی انتظام بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ (یہ بات جان لینے کی ہے کہ ) اہلِ حق کے طریقہ پر اصولِ تو حید پر ایک ایک کے نیزادکام شریعت سے جے تم تم ممکن نہیں۔

اس بحث سے اس بات کار " بھی ہوجا تا ہے کہ دین کا احوالِ دنیا سے کوئی تعلق نہیں 'بلکہ ان معاملات سے دین ہی کا تواصل اور صحیح تعلق ہے۔ دین صرف احوالِ آخرت ہی میں منحصر نہیں ہے جیسا کہ بعض جابل سمجھتے ہیں 'بلکہ دینی تناظر میں دنیوی زندگی ایک بُل کی طرح ہے جس پر سے گزر کر ہی ہم نے آخرت تک پہنچنا ہے۔ انسان اگر آخرت کے خیر کو حاصل کرنا چاہتا ہے تواس پرلازم ہے کہ دنیا کے خیر کو بھی حاصل کرے 'جس کا حصول میزانِ شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔ آخرت میں علم تو حید کا فائدہ یہ ہوگا کہ گفر اور غلط اعتقاد کی وجہ سے جوعذا ہونا تھا' اس سے نجات ہوجائے گی۔

دنیا میں اس علم کے فائدے پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات جان لیتے ہیں کہ نوع انسانی کی اصلاح اس دین کے بغیر ممکن نہیں۔ اسلام کے سوانوع انسانی کی اصلاح کے جتنے بھی طرق یا افکار ہیں اور جو اس اصلاح کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں وہ سب باطل اور فاسد ہیں۔ یہ ہم ان پر الزام نہیں لگار ہے اور نہ ان مفکرین کی فکر کوخوا مخواہ ہلکا محمد ہے ہیں بلکہ ہمارایہ ماننا دین اور اس کے مبادی کے علم پر مبنی ہے۔ یہ تمام نظام ہائے فکر مثلاً سرمایہ داری کی میونزم اور اشتر اکیت گی افکار کے بھیس میں محض جزئی افکار ہیں جن کوئز کین و آرائش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ کمیونزم اور اشتر اکیت گی افکار کے بھیس میں محض جزئی افکار ہیں جن کوئز کین و آرائش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ سب اپنے بارے میں دعوئی رکھتے ہیں کہ بیا فکار تمام مسائل کا احاطہ کرتے ہیں لیکن ہم دلائل کی بنیاد پر اس بات کا اعتر اف نہیں کرتے (اور اس کور دکرنے کی قدرت رکھتے ہیں )۔ ہمارے پاس وہ فکری اسلح موجود ہے







جس کی مدد سے ہم ان افکار کی حقیقت عیاں کر سکتے ہیں اور بیژا بت کر سکتے ہیں کہ بیے جزئی خیالات ہیں ۔اسی طرح ہم ان افکار کے فسادکواوران کی حقیقت وجود سے عدم مطابقت کوجھی ظاہر کر سکتے ہیں ۔

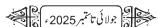
# علمِ کلام کےمسائل

وہ تمام نظری اور شرعی قضایا جو کہ عقیدہ ہے متعلق ہوں علم کلام کے مسائل ثنار کیے جاتے ہیں۔ نظری قضایا کوغیر نظری قضایا کی آمیزش سے پاک رکھنا بھی ان مسائل میں شامل ہے۔ نظری سے مراد وہ قضیہ ہے جس کو تصدیق کے لیے غور وفکر کی احتیاج ہو۔ نظری کا غیر (متضاد) بدیمی ہے لیکن اس کو مسائل میں شامل نہیں کیا جاتا' کیونکہ مسلک کامعنی ہی ہے کہ جس کے بارے میں یوچھا جائے' سوال کیا جائے اور دلیل طلب کی جائے۔

یر مہ ہمرہ ہوتا ہے جس کودلیل یا سوال کی ضرورت نہ ہو۔ دورِحاضر میں بہت سے بدیہی مسائل نظری ہوگئے ہیں بلکہ بعض بدیہی مسائل کا تو انکار ہی کردیا گیا ہے۔ ان حالات میں کوئی شک نہیں کہ بدیمی ونظری دونوں طرح کے مسائل سے بحث میں تعرض ضروری ہوگیا ہے (عام حالات میں بدیمی قضایا کوزیر بحث نہیں لا یا جاتا)۔ کسی مسئلہ کے بدیمی ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے اگروہ لوگوں کو معلوم اوران میں اس حد تک مشہور نہیں ہے کہ اس کے بارے میں سوال کا کوئی مطلب ہی نہیں ہیں ایر ان ہواوراس سوال کو تحصیلِ حاصل نہ مجھا جائے۔ انقلابِ کھا تن کے بعد بدیمی نظری یا مردود قرار دید ویا گیا ہے۔ دینِ حق کے داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے مرتبہ پرنزول کرے اوراسی کے مطابق ان سے کلام کرے ور نہ تھا تی دین کی نشروا شاعت ناممکن ہوجائے گی۔ مرتبہ پرنزول کرے اوراسی کے مطابق ان سے کلام کرے ور نہ تھا تی دین کی نشروا شاعت ناممکن ہوجائے گی۔ کسی مسئلہ کے بدیمی ہونے یا نہ ہونے کا معیار سے ہے کہ عام لوگوں میں وہ اس حد تک مقبول ہے یا نہیں کہ ان کے علم میں عالم اور عامی جابل برابر ہوں۔ اگر کوئی مسئلہ پہلے بدیمی شار ہوتا تھا لیکن اب وہ غیر بدیمی ہوگیا ہے تو ہماری مین معاملہ کریں (اورالیے معاملات کو بھی زیر بحث لا میں بید نمی کوئی کی ضرورت نہیں)۔

# علمِ کلام کن تصوّرات سے مددحاصل کرتا ہے؟ (استمداد)

علم توحید و جوب امکان اور امتناع کے تصورات سے مدد حاصل کرتا ہے (یعنی ان تصورات کو بنائے استدلال بنایا جاتا ہے)۔ پچھ لوگ ہے کہتے ہیں کہ بیتفیر 'حدیث فقہ' اجماع اور عقلی نظر وفکر سے مدد حاصل کرتا ہے۔ یہاں اختلاف شاید صرف تعبیری اور لفظی ہے 'کیونکہ و جوب' امکان' اور امتناع کے تصوّرات انہی ذکر کر دہ منابع سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ یہی اشاعرہ اور ماترید ہیکا فدہب ہے جو اہلِ سُنٹ اور اہلِ حق ہیں۔ اسی طرح کسی بھی انسان کو مکلّف کر دینے والاعکم شریعت کے علاوہ کہیں اور سے اخذ نہیں ہوسکتا۔ اس میں جو بھی اختلاف اشاعرہ و ماترید ہیں کے درمیان ہے وہ محض اعتباری ہے (یعنی تکلیف کا دارو مدار محض شریعت پر ہے)۔ جہاں تک عقل کے دائرہ کارکا تعلق ہے تو وہ قدرتِ انسانی کے دائرہ میں رہتے ہوئے ماہیت و واقعیتِ اشیاء کوجانے اور حقائق نفس الا مربی کی تعلق ہے تو وہ قدرتِ انسانی کے دائرہ میں رہتے ہوئے ماہیت و واقعیتِ اشیاء کوجانے اور حقائق نفس الامربیکی





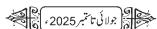


معرفت تک ہے' گراس معرفت پر کوئی تکلیفی تھم مرتب نہیں ہوتا (یعنی اس معرفت کی بنیاد پر انسان مکلّف نہیں ہوجاتا)۔ہم عالمِ خارجی میں غوروفکر کے لیے عقل سے خدمت لیتے ہیں تا کہ یہ بات جان لیں کہ اللہ تعالی موجود ہے۔اس اعتبار سے اللہ تعالی پر ایمان لانے کو واجب قرار دینا کہ جولائے گاوہ ثواب کا مستحق ہوگا اور جو نہ لائے گاوہ ثواب میں مبتلا ہوگا' صرف شریعت سے ممکن ہے' عقل سے نہیں۔ اس میں لطیف تفصیل ہے جو اشاعرہ اور ماتر یہ ہیہ کے درمیان اس مسلے میں فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ اس بحث کی بنیاد پر ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اوپر ذکر کر دہ تمام علوم عقائد پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کا دارو مدارخود علم تو حید پر ہے۔ مثلاً حدیث سے کوئی بات تبھی ثابت ہوگی ہوگی اور نبوت کا ثبوت خورتو حید پر منی ہے۔ نبوت کے اثبات کے بعد نبی کا قول عقائد پر دلالت کرے گا۔ اس طرح قرآن مجید کا معاملہ ہے کہ اس کا اثبات خدا کے وجود کے اثبات پر مبنی ہے۔قرآن مجید کو الائے کا کام تسلیم کرنا اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔

قر آن مجید کے کلامِ اللی ثابت ہونے کے بعد نہ صرف وہ عقائد پر دلالت کرے گابلکہ ان دلائل کی بھی نشان دہی کرے گا جو کلم توحید میں کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ فقہ کا بھی ہے۔ اسی جہت سے بہ بات کی جاتی ہے کہ علم توحید کا بیاستمداد بات کی جاتی ہے کہ علم توحید کا بیاستمداد ایک خاص اعتبار سے ہے کیعلم توحید کا اللہ اور رسول کی بات ہوجائے کے بعد (جب قر آن وسُنٹ کا اللہ اور رسول کی بات ہوجائے )۔ اس ثبوت کی جہت سے بیخود علم توحید (کلام) پر منحصر ہیں۔

علمائے اہلِ سُنّت اس بات پرمتفق ہیں کہ عقل کے ذریعے عقائد سے متعلق بعض احکام کی معرفت ممکن ہے لیکن عقائد کا مکلف انسان نقل اور شرعی دلیل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے (علمائے ماتر یدیہ کا موقف اس سے پچر مختلف ہے۔ بہر حال سعید فودہ صاحب نے اس مقام پر علمائے اہلِ سُنّت کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے جو کلِ نظر ہے )۔ اس لیے اہلِ سُنّت عقلی دلائل کے ذریعے عقائد پر استدلال کرتے ہیں۔ اس استدلال سے مراد حقیقت سے ان کی مطابقت کو ثابت کر نانہیں ہے۔ تکلیف صرف شریعت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کو ثابت کر نانہیں ہے۔ تکلیف صرف شریعت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ (اس موضوع پر مزید ہہت سے مفید نکات ان شاء اللہ اگلی قسط میں آئیں گے۔) ﷺ (اللہ موضوع پر مزید ہہت سے مفید نکات ان شاء اللہ اگلی قسط میں آئیں گے۔)









# سائنسی علوم کی ایک مثالی اسلامی بو نیورسٹی کی ضرورت <sup>(۸)</sup>

ڈا *کٹرمحد*رفیع الدین

#### نفسياتی علوم کی تشکيل جديد

نفسیاتی اور انسانی علوم کے دائر ہ میں خدا اور سائنس کی بے تعلقی کے نظریہ پراصرار کرنے والے مغربی سائنس دانوں کی پراگندہ خیالی اس سے کہیں زیاد ہے جوہمیں ان کے حیاتیاتی علوم میں نظر آتی ہے۔

ان میں سے ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جو بیز ہے ہے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں پیفرض کرنے کی ضرورت ہے کہ انسانی اٹلال وافعال کا سرچشمہ کوئی ایسی چیز ہے جے نفس انسانی (Human Mind) کہا جا تا ہے۔وہ سبجھتے ہیں کہ انسان فقط کسی بیرونی محرک (stimulus) سے متاثر ہوکر اور اس کے جواب (response) میں کسی کر دار (behaviour) کا اظہار کرتا ہے۔انسان کانفس یا ذہن ہمیں نظر نہیں آتا اور کوئی نہیں کہ سکتا کہ وہ درحقیقت موجود ہے لیکن ہم انسان کے کر دار کود کھے سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واٹسن (Watson) اور اس کے شاگر دہیں اور جو کر داریت (Behaviourism) کے جامی ہیں۔ان لوگوں کے نزدیک نفسیات کی تعریف بین

"Psychology is the Science of behaviour."

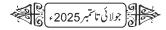
"نفسات كردار كاعلم ہے۔"

دوسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے جونفسِ انسانی کے وجود کے قائل تو ہیں اورنفسیات کی تعریف اس طرح سے کرتے ہیں: "Psychology is the Science of mind."

''نفسیات'نفسِ انسانی کاعلم ہے۔''

لیکن فنس انسانی کے بلندترین وظا نف کو جوانسان کے ساتھ مخصوص ہیں'انسان کی حیوانی فطرت کے بعض تقاضوں کی پیداوار اور انہی کا خدمت گزار سجھتے ہیں۔ بیدوسرا گروہ فطرتِ انسانی کے بارے میں جن حقائق پراب تک متفق ہوسکا ہےوہ بیہیں:

(۱) انسان کی بعض خواہشات الیم ہیں جو حیوان اور انسان دونوں میں مشترک ہیں اور وہ انسان کی حیوانی جبلتیں ہیں 'جن کا مقصد رہے ہے کہ حیوان یا انسان ان کی تشقی کر کے اپنے آپ کواورا پینسل کو قائم رکھ سکے۔





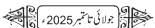


(۲) انسان کی بعض خواہشات الی ہیں جوانسان سے خاص ہیں اور جن میں وہ حیوان کے ساتھ شریک نہیں۔ ان سب خواہشات کا مقصد کسی نہ کسی صورت میں حسن کی طلب ہے۔ان میں سب سے بڑی اور مرکزی خواہش کسی ایسے تصوّرِ محبّت یا جستجو کی خواہش ہے جس کی طرف انسان حسن کے بعض اوصاف منسوب کرتا ہو۔اس قشم کے تصوّرِ حسن کونظریہ یا نصب العین (Ideal) بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) انسان کی فطری خواہشات میں سے ایک خواہش ایسی ہے جواس کی تمام خواہشات پر جن میں اس کی حیوانی جباتیں بھی شامل ہیں ' حکمران ہے اور اس کے سارے اعمال وافعال کواپنے ماتحت ومنظم کرتی ہے۔ گویا ایسی خواہش انسانی افعال کی قوت ِ محرکہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان کے سارے اعمال وافعال کے اندر ایک وصدت ہے' جس کی وجہ سے کہاجاتا ہے کہ ہر فردِ انسانی ایک شخصیت یا انفرادیت رکھتا ہے۔

لیکن اگرانسان کی کوئی خواہش ایسی ہے جواس کے سارے اعمال وافعال کی قوت محر کہ اور منظمہ ہے توضر وری ہے کہ انسان کے تمام انفرادی اور اجتماعی مشاغل خواہ وہ اخلاقی ہوں یا سیاس یا اقتصادی یا قانونی یا تعلیمی یاعلمی یا فن اس کے مظاہر ہوں اور تمام انسانی علوم یعنی فلسفہ سیاست فلسفۂ اقتصادیات فلسفۂ اخلاق فلسفۂ قانون فلسفۂ تعلیم فلسفہ علم اور فلسفۂ فن وغیرہ اسی پر بہنی ہوں اور اس کی ماہیت اور حقیقت کے مختلف پہلوؤں کے فلسفہ ہوں اور اس کی ماہیت اور حقیقت کے مختلف پہلوؤں کے فلسفہ ہوں اور اس کی میخواہش گو یا تمام انسانی علوم کے لیے کلید کا در حدر کھتی ہے۔

یہ خواہش جس قدراہم ہے اس قدراس دوسرے گروہ سے تعلق رکھنے والے عیسائی مذہب کے سائنس دان اس کی نوعیت اور حقیقت کے متعلق کوئی بھینی یا تطعی رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے اس کے متعلق جتنے نظریات قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسامد آل اور منظم نہیں کہ انسانی فعلیتوں میں سے کی فعلیت کے فلفہ کی بنیاد اس پر رکھی جا سکے۔ چنا نچے مغربی فاسفیوں میں سے (سوائے کارل مار کس کے جس کا فلفہ محرّ کِ اہمالِ انسانی فطر سے انسانی کے جس کا فلفہ محربی فاسفیوں میں سے (سوائے کارل مار کس کے جس کا فلفہ محرّ کِ اہمالِ انسانی فطر سے انسانی کوئی بھی ایسانہ بیں کہ جس نے اپنے فلفہ سیاست؛ یا فلفہ اخلاق کیا فلفہ اقتصاد بات؛ یا فلفہ قانون 'یا فلفہ تعلیم' یا فلفہ علم' یا فلفہ جمالیات' یا فلفہ تاریخ کی بنیاد انسانی انمال کی قوت محرّ کہ کے کسی واضح فلفہ پر رکھی ہو۔ ان میں سے بیدا ہوتے ہیں اور اس کے خدمت کی بنیاد انسانی انمال کی قوت محرّ کہ جبتی خواہشات اپنا تھی اظہار نہیں پاستیں تو وہ بگر کر سی نظر یہ کی صورت اختیار کر لیتی گرار ہیں۔ جب انسان کی جبلتی خواہشات اپنا تھی اظہار نہیں پاستیں تو وہ بگر کر سی نظر یہ کی صورت اختیار کر لیتی کہ انسانی کی جبلتے تفوق مطمئن نہیں ہو مکتی تو انسان کوئی ایسابلند قسم کا خیالی نظر میہ پیدا کر لیتا ہے جوائس کی مسدود خواہش تفوق کی تنفی کر سکے اور کھر انسان کوئی ایسابلند قسم کا خیالی نظر میہ پیدا کر لیتا ہے جوائس کی مسدود خواہش تفوق کی تنفی کر سکے اور کھر انسان کوئی ایسابلند قسم کا خیالی نظر میہ پیدا کر لیتا ہے جوائس کی مسدود خواہش تفوق کی تنفی کر سکے اور کھر انسان کوئی ایسابلند قسم کا خیالی نظر میہ پیدا کر لیتا ہے جوائس کی مسدود خواہش تفوق کی تنفی کر سکے اور کھر کے لگتا ہے۔ یہ ایڈلر اور اس کے شاگر دوں کا گروہ ہے۔



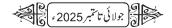




ایک اور فریق میسمجھتا ہے کہانسان کے اعمال کا سرچشمہ تمام جبلتوں کا مجموعہ ہے اور نظریات جبلتوں کے ایک نفسیا تی مرکب سے جے وہ جذبہ ذات اندیش ( Sentiment of Self-regard ) کہتے ہیں' پیدا ہوتے ہیں اور پھر جبلتِ تفوق اس مرکب کوا کساتی ہے جس کا نتیجہ بیہ ہوتا ہے کہ انسان کسی نظریہ کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے۔ یہ خیال میکڈوگل اور اس کے ہم نواؤں کا ہے۔ایک اور فریق پیسمجھتا ہے کہ انسانی اعمال کی قوت ِمحرکہٴ جبلت ِ تغذیبہ یا ضرورت ِ خوراک ہے جس میں وہ موسم کے مطابق لباس اورا قامتی مکان بھی شامل کرتے ہیں ۔ان کا خیال بیہہے کہ جب انسانی زندگی کی بیبنیا دی ضرور تیں ٹھیک طرح سے پوری نہیں ہوتیں تو وہ فرض کر لیتا ہے کہ اس کوان چیز وں کی نہیں بلکہ کسی نظریہ یا نصب العین کی ضرورت ہے'لہذاوہ کوئی مناسب خیالی نظریہ پیدا کر لیتا ہے' جس کے تتبع کے پردہ میں وہ درحقیقت اپنی اقتصادی ضرورتوں کی شفّی کا سامان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دراصل اس کا نظریہاس کی اقتصادی ضرورتوں کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہوتا ہے۔ بیکارل مارکس اوراس کے شاگروں کا نظریہ ہے۔ان نظریات میں سے ہرنظریہ کے اندرعقلی اورعلمی نقط نظر سے بہت سی کمزوریاں اور خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ہرنظریہ ناتسلی بخش ہے۔ان تمام نظریات میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان میں سے ہرایک کسی ایک حیوانی جبلت کو یا تمام حیوانی جبلتوں کوانسان کے اعمال کامحرک قرار دیتا ہے۔اس کی وجہ بیرہے کہان کےموجدفلسفیوں کے ذ ہن خدااور سائنس کے افتر اق کی فضامیں نشوونما پائے ہوئے ہیں۔ ڈارون کے نظریہ کے زیرا تران کا خیال میہ ہے کہسب سے پہلے مادّہ تھا۔ مادّہ سے پہلے کچھنہیں تھااور کسی قادرِ مطلق خدا کاارادہ تخلیق مادّہ کے ظہور کا سبب نہ تھا۔ مادّہ کے بعد حیوان وجود میں آیا اور حیوان ہے انسان پیدا ہوا۔لہٰذاا گرانسان میں کوئی الیی خواہش ہے جو حیوان میں نہیں تھی مثلاً یہی نظریہ یا نصب العین کی محبّت' تو لامحالہ حیوان کی بعض خوا ہشات ہے جن کوجبلتیں کہا جاتا ہے پیدا ہوسکتی ہے ور نہاس کا وجودممکن نہیں ۔للہذا پیجبلتیں ہی ہیں جن میں ہے کوئی ایک یا جن کا مجموعہ آخر کار انسان کے اعمال کی قوت محرکہ ہے۔

اس کے برعکس قرآن کلیم کی تعلیم ہیہ ہے کہ انسان کے سارے اعمال وافعال کی قوت محرکہ خدا کی محبّت ہے جوکا نئات کا خالق اور رہ ہے۔ خدا کی محبّت خدا کی ستائش اور عبادت اور اطاعت کا تقاضا کرتی ہے اور بیوہ اعمال ہیں جن کو دین کہا جاتا ہے۔ اس دین پر یکسوئی سے قائم رہنا یعنی ان تمام خواہشات کو جواس سے ہٹانے والی ہوں ترک کرنا اور اپنے تمام اعمال کواس کے تابع رکھنا اور اس کو اپنے سارے اعمال کامحرک بنانا'نوعِ انسانی کی فطرت ہے' جو مستقل اور محکم ہے اور تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ بید دین انسانی فطرت کی پختہ اور محکم میادوں پر قائم ہے لہذا پختہ اور محکم ہے۔

''(اے پیغیر مالیٹی آیکی اوین پر یکسوئی سے قائم رہے۔ بداللہ کی پیداکی ہوئی وہ فطرت ہے جس پراُس نے







انسانوں کو پیدا کیا ہے۔اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی دینِ محکم ہے۔''

الله سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کوسوائے عبادت کے کسی اور کام کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔اللہ کی عبادت کا جذبہ اس کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے اور عبادت یہ ہے کہ انسان کسی کام کواللہ کی محبّت اور رضامندی کے لیے کرے۔

گویااگرانسان اپنی فطرت کا پابندر ہے تواللہ کی محبّت کے سوائے اس کے اعمال کا کوئی اور محرک نہیں ہوسکتا۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّالِيَعْبُدُونِ ﴿ ﴾ (الذَّريْت)

'' میں نے جِنّوں اور انسانوں کوسوائے عبادت کے اور کسی غرض کے لیے پیدانہیں کیا۔''

حضور مان نیآینی کو بیتکم ہوا کہ کہہ دیجیے کہ میری نماز اور قربانی ہی نہیں بلکہ میرا جینا اور مرنا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف ہے۔ اور اس میں اللہ کے ساتھ کسی دوسر ہے کوشر یک کرنا یعنی اپنی زندگی کے بعض اعمال کو اللہ کے لیے وقف کرنا 'جس میں میری ذات بھی شامل ہے' ممکن نہیں۔ جھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے حکم کے سامنے سب سے پہلے سرجھ کا تا ہوں۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَا تِنْ وَنُسُكِىٰ وَمَحْيَاكَى وَمَمَا تِنْ لِلْعِرَبِ الْعُلَمِيْنَ ۞ لَا شَرِيْكَ لَهُ ۚ وَ بِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۞ ﴾ (الانعام)

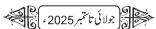
''(اے پیغیرسآٹٹآلیٹے!) کہدد بیجے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت سب اللہ کے لیے ہیں جواہل جہاں کا پر ورد گار ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں' اور مجھے بہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''

ان آیاتِ مبارکہ کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر انسان کے تمام اعمال واشغال خدا کی محبّت کے لیے سرز دہوں تو اس کی فطرت کا عین نقاضا ہوگا۔

قر آن حکیم نے انسان کی جبتی خواہشات اورنصب العینی یا نظریاتی خواہشات کے باہمی تعلق کی وضاحت کردی ہے۔انسان کی جبتی حیوانی قسم کی خواہشات کوقر آن کی اصطلاح میں ھنوی کہا گیا ہے۔جب انسان خدا کی محبّت کوچھوڑ کراپنی جبتی خواہش کواپنے اعمال کا محرک بنا تا ہے تووہ اپنی اس خواہش کوخدا کا مقام دیتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت کی رُوسے خدا کی محبّت ہی کو بیہ مقام حاصل ہے کہ وہ انسان کے اعمال کا محرک ہے۔

﴿ أَرَءَ يُتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهُ هُوٰ لِهُ ۗ ﴿ (الفرقان: ٣٣)

''(اے پیغیر'!) کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی جبلتی خواہشات کو اپنا خدا بنالیا ہے۔'' انسان کا جومل خدا کی محبّت کے لیے سرز دہووہ عمل صالح ہے اور جواس کی جبلتی یا حیوانی خواہشات کے ماتحت اوران ہی کی اعانت یا خدمت کے لیے سرز دہووہ غیرصالح ہے۔انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کے سارے اعمال صالح ہوں اوراس کا کوئی ایک عمل بھی غیرصالح نہ ہو۔ یعنی اس کے سارے اعمال خدا کی محبّت کے سرچشمہ سے نگلیں اور خدا کی محبّت ہی ان کا محرک بنے ۔عمل صالح کو عمل غیرصالح سے مخلوط کرنا انسان کی فطرت







نہیں۔اگر کوئی ایسا کرے گا تو اپنے گنا ہوں کا اعتراف کرنے اور تو بہ کرنے سے وہ نجات تو پا جائے گالیکن خدا کے مقربین میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَالْخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِنُكُوْمِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَّاخَرَ سَيِّمًا ۚ عَسَى اللهُ أَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ ﴾ (التوبة:١٠٢)

''اور دوسرا گروہ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا'انہوں نے عمل صالح کوعمل غیر صالح سے خلط ملط کردیا۔اُمید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔''

مؤمن خدا کی محبّت کے تقاضوں پرشخق سے کاربندر ہتا ہے اورا پنے کسی عمل کوان تقاضوں کے خلاف سرز د نہیں ہونے دیتا۔

﴿ وَ الَّذِينَ امَّنُو ٓ ا اَشَتُّ حُبًّا لِّنْهِ ۗ (البقرة:١٧٥)

''وہلوگ جوایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ سے شدید محبّت رکھتے ہیں۔''

اب سوال بیہ ہے کہ جن لوگوں کا کمل خدا کی محبّت کے تقاضوں کے مطابق سرز ذہیں ہوتا'اس لیے کہ وہ خدا کو مانتے نہیں یا کسی اور سبب سے توقر آن کی رُوسے ان کا فطرتی محرکِ عمل کیوں کا منہیں کرتا؟ قر آن حکیم اس سوال کا جواب بید بتا ہے کہ ان کا فطرتی محرکِ عمل برابرا پنا کا م کرر ہا ہوتا ہے لیکن وہ اللہ کونہ جاننے یا کم جاننے کی وجہ سے اللہ کی صفاتِ حسن و کمال کسی غیر اللہ کے وجود کے تصوّر کوسونپ کر اُسی کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔ پھراُسی کی محبّت ان کے اعمال کا محرک بن جاتی ہا تی ہا ور ان کی باقی تمام خواہشات کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ خدا کی محبّت مؤمن کے اعمال کا محرک ہوتی ہے اور مؤمن کی باقی خواہشات کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔ خدا کی محبّت مؤمن کے اعمال کا محرک ہوتی ہے اور مؤمن کی باقی خواہشات کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے۔

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ ٱنْكَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ﴿ ( البقرة :١٧٥)

''اورلعض لوگ اللّد کوچھوڑ کراورول کومعبود بنا لَیتے ہیں جن سے وہ الی محبّت کرتے ہیں جوفقط اللّہ کے لاکق ہے۔'' لیکن قرین کال شار میں کا کال صدر میں میں کوئے میں کا دیا گی معلوم میں امثال ہے کا اس کا تصا

کیکن قرآن کا ارشادیہ ہے کہ اس صورت میں پچھ عرصہ کے بعداً سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا تصوّرِ حسن درحقیقت ناقص ہے اور اپنے نقائص کی وجہ سے اس کے جذبہ حسن کو مطمئن نہیں کرسکتا اور اس کی محبّت کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ ناقص اور غلط تصوّرِ حسن یا ناقص اور غلط معبود ایک سراب کی طرح ہے جس کے پاس ایک پیاسا اپنی پیاس بجھانے کے لیے آتا ہے لیکن جب وہ اس کے پاس پہنچ جاتا ہے تو وہاں پچھ بھی نہیں پاتا۔

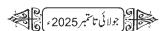
﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَ ابٍ 'بِقِيْعَةٍ تَّخْسَبُهُ الظَّهُانُ مَآءً ﴿ حَتَّى إِذَا جَآءَ لَهُ يَجِدُهُ شَيْئًا ﴾ (النور: ٣٩)

''اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک سراب چیٹیل میدان میں کہ پیاسااسے پانی سمجھتا ہے'کیکن جب اس کے پاس آتا ہے تو وہاں پھنہیں پاتا۔''

اس کا چاہنے والا ایسے شخص کی طرح ہے جو کنویں کے پانی کی طرف پانی کے لیے ہاتھ بھیلا تا ہے لیکن محض ہاتھ بھیلانے سے پانی اسے کہاں مل سکتا ہے؟







﴿ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْهَاءلِيَبْلُغَ فَالُاوَ مَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۖ ﴾ (الرعد: ١٣) ''اُسْ خُص كى طرح جو پانى كى طرف ہاتھ پھيلا تا ہے كہوہ اس كے منه تك پَنْجَ جائے كيكن وہ اس كے منه تك پہنچنے والانہیں۔''

لہٰذا وہ اسے ترک کرکے کسی اورنصوّر کواپنا معبود بنا تا ہے۔ گو یا ناقص نصوّر' ناقص ہی نہیں ہوتا بلکہ نا پائیدار بھی ہوتا ہے۔

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۚ الجُتُثَّتُ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَادٍ۞﴾(ابراهيم)

''ایک ناپاک تصوّر کی مثال ایک ناپاک درخت کی طرح ہے جو زمین سے اُ کھاڑ پھینکا جاتا ہے اور اسے یائیداری نصیب نہیں ہوتی۔''

﴿مَقَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللهِ أَوْلِيَاءَ كَهَقُلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ إِنَّخَذَتُ بَيُتًا ۗ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۗ ﴾ (العنكبوت: ٣١)

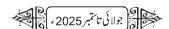
'' وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کراوروں کو دوست بنایا ہےان کی مثال مکڑی کی طرح ہے جو گھر بناتی ہے۔ بے شک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔''

اس کے بالمقابل خدا کا تصوّر پختداور پائیدار ہوتاہے۔

﴿ فَمَنْ يَكُفُرُ بِالطَّاعُوْتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ السَّتَمْسَكَ بِالْعُرُوقِةِ الْوُثْقَى ۖ لَا انْفِصَامَر لَهَا ﴿ فَمَنْ يَكُفُرُ بِالطَّاعُوْتِ وَيُؤْمِنُ لِبَاللَّهِ فَقَدِ السَّمَ اللَّهِ مَا لَكُونُ وَقِ الْوُثُونُ اللَّهِ مَا اللَّهُ مَا اللَّهُ مَا اللَّهُ مُنْ يَكُفُرُ فِي اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ أَبِلَّا اللَّهُ مَا اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ أَنْ اللَّهُ مُنْ اللّلِهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُن اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّا اللَّهُ اللَّا اللَّالِمُ الللَّهُ اللَّالِمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّا اللَّاللّم

''یس جو شخص بتوں کا کفر کرتا ہے اور اللہ پرایمان لا تا ہے بے شک وہ ایک ایسے محفوظ حلقہ کوتھام لیتا ہے جو مجھی ٹوٹ نہیں سکتا ''

گویا قرآن کیم کنزدیک تصوّراتِ حسن اور نظریات کی محبّت جس کی وجہ سے انسان تمام حیوانات پر فوقیت رکھتا ہے؛ خودوہ قوت ہے جوانسان کے سارے اعمال کو حرکت میں لاتی ہے۔ یہ قوت نہ تو جبلتِ جِنس کی پیداوار اور خدمت گزار ہے اور نہ جبلّت تفوق کی' نہ جبلّت تغذیہ کی اور نہ ہی جبلّتوں کے کسی مجموعہ کی' بلکہ وہ انسان کی فطرت کا ایک مستقل تقاضا ہے جو جبلّتوں پر بھی حکمر انی کرتا ہے۔ باقی رہایہ سوال کہ اگریہ قوت جبلّتوں سے پیدائہیں ہوئی تو کہاں سے آئی تھی اور طبیعیاتی سطح ارتقا پر قوت حیات کہاں سے آئی تھی اور طبیعیاتی سطح وجود پر برقی قوت کہاں سے نمودار ہوئی تھی؟ قرآن مجید کی محولہ بالا آیات کے مطابق اس قوت کو اس خالی کا نئات نے پیدا کیا ہے جس نے حیات کو پیدا کیا تھا تا کہ حیوانات کی نشوونما اور ارتقا کا باعث بے اللہ تعالیٰ نے ادر جس نے مادی کی شوونما اور ارتقا کا باعث بے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی سطح ارتقا پر حُتِ اس کی تصوّر کی اس قوت کو ایس لیے پیدا کیا ہے تا کہ وہ انسانی سطح ارتقا پر نوع انسانی کے اعمال کو حرکت میں لاے اور اس طرح سے اس کی تصوّر راتی اور نظریاتی نشوونما اور ارتقا کا باعث بے ۔







﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿ وَاللَّهُ

''اوراللّٰدنے ہی تم کو پیدا کیا ہے اورتمہار ہے اعمال وافعال کوبھی۔''

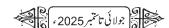
دراصل جس طرح سے برقی قوت خدا کے قولِ'' کن' یا اراد ہ تخلیق و تربیت کی قوت تھی جو ماڈی دنیا میں کارفر ماتھی یا جس طرح سے قوت حیات خدا کے قول کُن یا اراد ہ تخلیق و تربیت کی قوت تھی جو حیاتیاتی دنیا میں کارفر ما تھی اجس طرح سے نظریات کی محبت کی قوت خدا کے قول کُن یا اراد ہ تخلیق کی قوت ہے جوانسانی سطح ارتقا پر کارفر ما تھی کارفر مائی کا تقیم ہے۔ انسانی دنیا کے تمام مظاہر قدرت جوانسانی اعمال وافعال کی صورت اختیار کرتے ہیں اس کی کارفر مائی کا تقیم ہیں۔ یہی وہ قوت ہے جوانسان کی سیاسی' ساجی' اخلاقی' اقتصادی' مذہبی' قانونی' علمی' تعلیمی' جمالیاتی اور عسکری اعمال وافعال کا منبع اور مصدر ہے اور ساری تاریخ کا تارو یود بناتی ہے۔

اس کا مطلب ہے ہے کہ عقید ہ تو حید کی روشی میں نفسیات (Psychology) کی صحیح تعریف یہ ہوگی:
"Psychology is the Science of the creative activity of God in the world of the human mind and its manifestations."

لبندا جب ہم قرآن کی تعلیمات کی روثنی میں انسانی علوم یعنی انفرادی نفسیات 'اجتماعی نفسیات و فلسفه سیاست و فلسفه اخلاق فلسفه تعلیم و فلسفه تاریخ و فلسفه جمالیات وغیره کو شخیر ہے ہے کھیں گے توان علوم کا بنیا دی تصوّر کہی قرار دینا پڑے گا کہ کسی تصوّر حسن کی محبّت انسان کے اعمال کی قوت محرکہ ہے۔ جب انسان کا تصوّر حسن یا تا ہے اور نظر پیر (Ideal) خدا ہو جو بدر جه کمال تمام صفات حسن کا ما لک ہے تو پہ فطر تی جذبہ محبّت اپنا شیح راستہ پاتا ہے اور پوری طرح سے اپنا اظہار کرتا اور مطمئن ہوتا ہے لیکن جب انسان کا تصوّر خدا نہ ہوتو انسان خدا کی صفات حسن شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی اور تصوّر کی طرف منسوب کر کے اسی تصوّر سے اپنے فطر تی ذوق محبّت کو مطمئن کرنے گئتا ہے۔ تاہم اس صورت میں اس کا تصوّر حسن غلط اور ناقص ہوتا ہے 'اور چونکہ وہ صفات حسن سے عاری ہوتا ہے اور دور عیابہ پر معلوم ہوجا تا ہے کہ وہ در حقیقت غلط اور ناقص ہے' لبنداوہ مایوس ہوکر اسے ترک کر دیتا ہے اور ایک اسے نو دوریا بدیر معلوم ہوجا تا ہے کہ وہ در حقیقت غلط اور ناقص ہے' لبنداوہ مایوس ہوکر اسے ترک کر دیتا ہے اور ایک ضحوح اور کا مل نظر بیکو اپنا نے والی انسانی جماعت گلیّة مٹ نہیں سکتی' اگر چہ اس کی زندگی کا راستہ تمام ترقیوں کی انتہائی مزل پر پہنچنے سے پہلے ترتی اور تیا کی معرول پر پر شخال میں تو تو ای انسانی جماعت گلیّة مٹ نہیں سکتی' اگر چہ اس کی زندگی کا راستہ تمام ترقیوں کی انتہائی مزل پر پہنچنے سے پہلے ترتی اور ترقیق کے معرول پر پر شخال میر پر بینے تی ہو تو تارہ تا ہا ہما ہے۔



ا پنے ذاتی اوقات میں سے کم از کم نصف گھنٹہ نکال کر ''بیان القرآن' کے ترجمہ وتر جمانی کا ضرور مطالعہ کریں' آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔(ان شاءاللہ!)







## رجوع الى القرآن كورس: نا قابلِ فراموش يا ديس

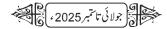
## محمه عثمان عباس

علم کا اصل فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ انسان کے زاویۂ نظر ترجیحات اور تعلق مع اللہ کو درست سمت دے۔ ایسا ہی کچھ مشاہدہ قر آن اکیڈی لا ہور میں زیر تعلیم طلبہ کے بارے میں میرار ہا کہ س طرح ان کے افکار نظر یات اور ترجیحات کی تشکیلِ نو ہوئی۔ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق نصل اور کرم ہی سے بیسب کچھ ممکن ہوا۔ حقیقت بیہ ہے کہ میک سی طور پر بھی ان اسا تذہ تک پہنچ والا نہ تھا ناص طور پراپیج بعض دینی رجانات کی وجہ سے۔ بیخاص اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ اُس نے مجھے یہاں تک پہنچ پیا اور بلا شہر سول اللہ تا اُلیّا ہے مبارک فر مان کے مطابق '' مَن لَا یَشْکُرُ اللّٰہ سَا لَا یَشْکُرُ اللّٰہ '' یعنی جولوگوں کا شکر بیادانہیں کرتاوہ اللہ کا شکر مبارک فر مان کے مطابق ''من لَا یَشْکُرُ اللّٰہ سَا لَا یَشْکُرُ اللّٰہ '' یعنی جولوگوں کا شکر بیادانہیں کرتاوہ اللہ کا شکر مبارک فر مان کے مطابق ''من لَا یَشْکُرُ اللّٰہ سَا بند کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

لا ہور آنے سے قبل اپنے شہر ملتان میں ایک دوست حمزہ جاوید کے ہمراہ اُستادِ محترم ڈاکٹر طاہر خان خاکوائی سے دعااور نصیحتوں کے لیے اُن کے گھر گیا۔ اسی دوران اُن سے پچے فقہی نوعیت کے اشکالات کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں' جہاں آپ جارہے ہیں وہ آپ کا ذہن صاف کر کے واپس جیجیں گے۔ پھرایسا ہی ہوا۔ میری حوصلہ افزائی کے لیے قرآن اکیڈمی ملتان کے عربی کے اُستاذ جناب جمشید الرحمٰن بھی اس سفر میں میں موا۔ میری حوصلہ افزائی کے لیے قرآن اکیڈمی ملتان کے عربی کے اُستاذ جناب جمشید الرحمٰن بھی اس سفر میں میرے ساتھ ہو لیے۔ یہ ان کا بڑا پن تھا۔ قرآن اکیڈمی ملتان کے ناظم جناب عمران فاروق نے اس داخلہ میں میر رمعاونت کی۔

راقم نے رجوع الی القرآن کورس کا پارٹ ون ملتان سے کیا تھا' جہاں اسا تذہ نے بہت محبت اور شفقت سے پڑھا یا۔ اس کے بعد بعض وجو ہات کی بنا پر تعلیم آ گے جاری ندر کھ سکا۔ جود وسال کا خلا آیا' اس میں کتابوں سے میر اتعلق تقریباً ند ہونے کے برابر ہو گیا۔ اس دوران حصولِ علم کا بنیادی ذریعہ صرف انٹرنیٹ ہی رہا۔ مختلف ویڈیو لیکچرز' فقاوی وغیرہ پڑھنا' اور اختلافی مسائل سننا ایک معمول بن چکا تھا۔ معاملہ یہاں تک رُکانہیں بلکہ میرا ذاتی یوٹیوب چینل بھی بن گیا' جس پر مختلف موضوعات پر''بھاش' 'جاری ہوتے تھے۔ پھر میں نے قرآن اکیڈی لا ہور کے سابق ریس چن سے اسکالر جناب ڈاکٹر جا فظامی نکہ کے کھیکچرز سننے شروع کیے' جو'' شارٹ درسِ نظامی'' کے عنوان سے معروف ہیں۔ ان سے علوم عالیہ جیسے کہ اصولِ فقہ' اصولِ حدیث' اصولِ تفیر' بلاغت' عقیدہ وغیرہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔

جس تیزی کے ساتھ میری سوشل میڈیا فیڈپر بعض گمراہ کن نظریات اورا فکار کی ویڈیوزنظر آنا شروع ہوئیں'





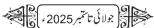
وہاں ڈاکٹر حافظ محمدز بیرایک ایسا بند ثابت ہوئے جس نے بہتے پانی کا رُخ ہی موڑ کرر کھ دیا۔ بالآخروہ وقت آیا جب میں نے قرآن اکیڈی لا ہورآنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں آ کرتو جیسے دنیا ہی بدل گئی اور علم دین حاصل کرنے کا درست منہج ہاتھ لگ گیا۔

سب سے پہلائیکچراُ ساومحتر م جناب رشیدار شد کا ہوتا تھا۔ حدیث کی روایت اور درایت کا جونہم ان سے ملائ اللہ اسے ضبط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سامعین کی ذہنی اور علمی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے جس جامعیت اور عمد گی کے ساتھ انہوں نے العقیدۃ الطحاویۃ پڑھایا' کاش کہ وہ ریکارڈ ہوجا تا۔ اگر چہنوٹس بنائے ہیں' لیکن اس میں بہت سے نکات رہ جاتے ہیں۔ بہر حال' جو clarity of thought ان سے ملی' وہ غیر معمولی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دروس نے میرے لیے ایک ریفائنری کا کر دارادا کیا جس نے بہت سے باطل نظریات کو فلٹر کیا۔ البتہ اس بات کا ملال ہے کہ جس طرح ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا' نہیں اٹھا سکا۔ ان کے خصوصی محاضرات میں جو مختلف جگہوں پر ہوتے ہیں' کورس کے آخر میں جانا شروع کیا۔ میری تجویز ہے کہ ہفتہ میں ان کی

جناب مکرم مجود کا بھی کیا خوب ساتھ رہا' جنہوں نے'' اربعین فی اصول الدین' پڑھادی' تو پہ چلا کہ اب علم کلام کا تعار فی کورس پڑھایا جائے گا۔ چونکہ مجھے علم کلام سے کافی بُعد تھا' میں جناب مؤمن محمود کے پاس بھا گا بھا گا گیا کہ کسی طرح بیکورس رک جائے اور اس کی جگہ اصول تفییر پڑھایا جائے۔ تا ہم' علم کلام ہی پڑھایا گیا۔ اس کی تدریس بہت اختصار' سادگ' عمدگی اور ہماری ذہنی سطح کے مطابق ہوئی۔ دراصل علم کلام سے بُعد کی وجہ انٹرنیٹ پرموجود بعض لیکچرز تھے۔ آج کل بعض لوگ ایسی بخشیں چھٹر کر بیٹھ جاتے ہیں جو ایک عام آدمی کو ایسی انٹرنیٹ پرموجود بعض لیکچرز تھے۔ آج کل بعض لوگ ایسی بخشیں بھٹر کر بیٹھ جاتے ہیں جو ایک عام آدمی کو ایسی باتوں کا مکلف بنانے کے متر ادف ہیں جن کی وہ طافت نہیں رکھتا۔ میر سے خیال میں علم کلام کے مناظروں کا رُخ ایک اور کا رُخ ایک عام آدمی کو ایسی منظق کا پچھ تعارف بھی پڑھایا گیا۔ اس کے ساتھ اگر منظم اصول تفییر کا کوئی کتا بچہ اور پچھ بنیادی اصول از بر کروائے جا نمیں جو قرآن وہن ہوں ' تو یہ اچھا اضافہ ہوگا۔ واقعتا' ان سب مضامین سے ایک طالب علم کی ذہنی صلاحیتیں بھی کھرتی ہیں' جوقرآن وئٹ ہے گہم میں ممدومعاون ہیں۔

جناب ثا قب اظہر کومیں نے اپنی سوچ سے بھی زیادہ شفق اُستاد پایا۔ان کی بے پناہ محنت کہ چالیس چالیس منٹ مسلسل بورڈ پرلکھ کر پڑھانا' اوراس کوشش میں گئے رہنا کہ کسی طرح طالب علموں کو بات سمجھ آ جائے' واقعی قابل تحسین ہے۔

مفتی ارسلان محمود اعتدال' مظہراؤ اورعمدہ اخلاق کا پیکر تھے۔ سخت سے سخت نوعیت کے اختلافی سوالات کے جواب انتہائی برد باری سے دیتے تھے۔ جب کوئی سوال کیا جاتا تو تو قف کرتے اور بہت گہرے نفگر کے بعد حکمت کے موتی بکھیرتے۔ ہم ان سے اپنے ذاتی نوعیت کے سوالات بھی پوچھتے اور وہ ہمیں کلاس کے علاوہ بھی وقت دینے میں کوئی عارمحسوں نہیں کرتے تھے۔ان میں اکا برعلاء کی جھلک نظر آتی تھی۔ جس طرح آسان اصولِ







فقہ کی ایک مختصر کتاب لگائی گئی تھی' اسی طرح'' کتاب البیوع'' کی بھی کوئی مختصر کتاب مقرر کر دیں۔ اگر چپہ مفتی صاحب نے ہرچیز کے نوٹس بھی بنوائے' لیکن اگر ساتھ ایک با قاعدہ نصابی کتاب بھی ہوتو زیادہ بہتر ہوگا۔

استاد محترم جناب مومن محمود کی کلاس در حقیقت ایک عارف بالله کی صحبت تھی جوہمیں دس ماہ میسر آئی۔البتہ اس بات کا ادراک ہونے میں ابتدائی تین ماہ لگ گئے۔تفسیر کی کلاس میں ہم روال ترجمہاور محقر تفسیر کے عاد ی سخے جوایک مبتدی طالب علم کے لیے کافی ہوتی ہے کیونکہ اس میں ہدف تذکیر بالقرآن ہوتا ہے جبکہ مومن صاحب کی تفسیر کی کلاس کھی میرا ذہن ابھی کممل طور پر اس کے لیے شاید تیار بھی نہ تھا۔ کلاس فیلوڈ اکٹر انجم نذیر کہا کرتے تھے کہ جب مومن صاحب کہتے ہیں: ''اس لفظ کے ۱۲ معنی ہیں'' تو ساتھ ہی بندہ کتاب بند کر دیتا ہے۔ یعنی اب ۱۲ معنی کون یا در کھے! مومن صاحب کے ایکچرز کا ایک طائر انہ جائزہ پیش خدمت ہے:

''اس آیت میںمفترین کا اختلاف ہے اور اس میں چار آراء ہیں ۔ میں ساری عرض کر دیتا ہوں' پھر آخر میں بتاؤں گا کہ زیادہ قوی رائے کون می ہے۔''

ياان كاييفر مانا:

''اس آیت میں منگلمین کی تفصیلی بحث ہے۔ زیادہ قوی اشدلال اشاعرہ کا ہے' مگرعوام کو ماترید ہیہ کے طریقے پرزیادہ آسانی ہے بمجھ آتی ہے۔''

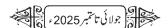
يا چھر بيە كہنا:

''اس حرف کی قراءت اختلاس کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے اورا شباع کے ساتھ بھی۔''

ظاہر ہے یہ وہ باتیں ہیں جوکسی ایسے خص کو چکرا دیں گی' جو یہ طے کر چکا ہو کہ اُس کے موبائل میں موجود اسلامک ایپ (جس میں قرآن کا ترجمہ اور بخاری و مسلم کے حوالے موجود ہیں) کافی ہے' تو اُسے علم میں گہرائی پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے! وہ تو خود' اجتہا ذ' کرسکتا ہے۔ ایپ میں فقط حدیث کا انٹرنیشنل نمبر ڈالو' ترجمہ پر عو' سند دیکھو' اور بڑے سے بڑے اختلافی مسئلے کو تین منٹ میں حل کر لو۔ اگر پھر بھی کوئی کسر رہ جائے تو Chat GPT ہے نا۔ ایک ایسا شخص جو سطح علم پر اکتفا کر چکا ہے اور گہرائی میں اُتر نے سے خاکف ہے' وہ کسے اور کیوں کر اتنی بڑی تبدیلی است آسانی سے قبول کرے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ آج کے اس پُونتن دور میں جناب مومن محمود جیسے علماء اہل السنت والجماعت کی علمی روایت سے تمک اختیار کرتے ہوئے قرآن میں تد بڑکر کرتے ہیں۔ خوف خدار کھنے والے اور عاجزی کی ختیار کرنے والے ایس شخص علم بین ۔ خوف خدار کھنے والے اور علی اختیار کرنے والے ایسے شخص میں اُسے تیں۔

قر آن اکیڈمی علم کاایک باغ ہے اوراس باغ کے ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان اساتذہ کی قدر کرنے اوران سے بھریوراستفادہ کرنے کی تو فیق عطافر مائے!

بعض اوقات استادمحتر م کے دروں میں مجھے اپنی علمی پستی کی بنا پریہ خیال بھی آتا کہ دورانِ تفسیر وہ علم کلام اورعقیدہ کی جزئیات کی تفصیلات اور پیچیدہ مباحث کوصرف اپنے ان طلبہ میں بیان کریں جو پچھلے کئی سالوں سے







ان کے پاس زیرتعلیم ہیں' یا پھروہ طلبہ جوالحادیا دوسرے باطل نظریات پر شخصتص کرنا چاہتے ہیں۔ پارٹ ٹو کے طالب علموں کے لیے ثناید ہیر گہرے مباحث تھوڑ نے قبل ہوجاتے ہیں۔

ان فروعات کے حوالے سے ایک عرض میں نے استاد محترم کی خدمت میں یہ بھی رکھی تھی کہ عقیدہ کی وہ جزئیات جو فی زمانہ بہت زیادہ بگاڑ کا شکار ہو گئ ہیں' انہیں متفرق دروس میں طویل عرصہ تک اشار تا اور مختصر ذکر کرنے کے بجائے تفصیل کے ساتھ کچھ دن خصوصی محاضرات کی شکل میں مکمل بیان کیا جائے تا کہ ذہمن الجھنوں کا شکار نہ ہواورایک منضبط صورت طالب علم کے سامنے رہے۔اگر کوئی ریکارڈنگ سے استفادہ کرتے ہوئے ایسے موضوعات کو کتا بجے کی شکل میں لے آئے تو یہ بہت بڑاعلمی کارنامہ ہوگا۔

میں ذاتی طور پر اس بات کا قائل ہوں کہ ایک طالب علم کے لیے بیضروری نہیں کہ وہ استاد کی ہر بات کو سوفیصد قبول کر ہے۔ اگر اسے کسی بات میں شبہ محسوں ہوتو اپنا خارجی مطالعہ اور اساتذہ سے سوال وجواب کا سلسلہ جاری رکھے ۔ وہ اپنے آپ کوکسی ایسی چیز کا مکلّف نہ بنا لے جو کسی استاد کا خاص مزاج یا ذاتی شغف ہو'اور طالب علم کے لیے شاید ایسی ان علوم میں غور وخوض کرنا قبل از وقت ہو۔ تا ہم' اس بات کا خیال رہے کہ بیسب خالصتاً اخلاص کی بنیاد پر ہو'نہ کہ ہوائے نفس یا pick & choose کی بنیاد پر۔

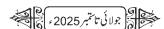
ہاسٹل والوں کے لیے مغرب کی نماز کے متصل بعد آ دابِ زندگی پرایک تربیتی کلاس پھھاس طرح کی تھی گویا ایک شفق باپ اپنی اولا د کی تربیت کر رہا ہو۔ یہ کلاس محتر م حافظ قاسم رضوان لیا کرتے تھے۔ ہرطالب علم سے ان کا ایک علیحدہ اور منفر د تعلق تھا۔ مزاح شاس تھے۔ جب کسی قرآنی آیت 'حدیث کا حوالہ یا کوئی شعرآتا تو کہا کرتے: ''لکھ پتر! تُونہ بھی پڑھے' تو کوئی دوسرا پڑھ لے گا اور اس کا فائدہ ہوجائے گا۔'

ہاسٹل کی لائف بھی کیا عجیب تھی! پوسف بھائی اور صدیق بھائی انتہائی محنت سے تین وقت تازہ 'معیاری' لذید کھانا بناکر دیتے۔ چائے کی بابت تو یہی کہاجائے گا کہ:''The tea was fantastic''اگرچینی پچھ کم ہو۔ جناب قاری احمد ہاشی خوب صورت آواز میں قرآن پاک کی تلاوت سے دل کومنور کرتے۔ شام کواکثر ہم لوگ جناب آصف علی سے استفادہ کیا کرتے۔ سب ان کے اردگر دجمع ہوجاتے اور دیر تک ادب ٔ اخلا قیات 'عالمی سیاست پر گفتگو ہوتی۔ ہاسٹل میں جناب کی موجودگی سے بہت رونق رہتی۔

محترم ڈاکٹر عارف رشید نے کورس کے آغاز میں ہاشل کےطلبہ کا اکرام کیا۔تعارف حاصل کیا اور پھر گا ہے بگاہے ہم لوگوں کے احوال دریافت کرتے رہتے۔

قر آن اکیڈمی میں مینجر مکتبہ جناب شاہدندیم میرے مسجد فیلو تھے' جو بے حد محبت فرماتے کے سی شام ذاتی طور پر چائے سے تواضع کرتے ۔ نماز وں کے بعدان سے مختصر تبادلۂ خیال ایک معمول تھا۔

محترم ومکرم ڈاکٹر ابصاراحمداس کورس میں میرے لیے ایک مرتبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے اور آگے بڑھنے کا جذبہ دیتے۔میری استحریر کوقلم بند کرنے کے پس پر دہ بھی انہی کی کاوش ہے۔
(باقی صفحہ 79 پر)







## مرکزی انجمن خُدّام القرآن کے زیرِانتظام رجوع الی القرآن کورسز 2025ء کی اختتا می تقریب مرتضیٰ احداعوان

یہ تقریب ۳ جولائی ۲۰۲۵ء کوقر آن اکیڈی میں منعقد ہوئی جس کی صدارت صدر انجمن خُدّام القرآن محترم ڈاکٹر عارف رشید نے کی۔ پارٹ ون کے طالب علم حافظ اُسامہ حسن نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ پارٹ ٹو کے طالب علم ڈاکٹر انجم نذیر نے نعت رسول مقبول سانٹھاتیہ بیش کی ۔کورسز کےکوآرڈی نیٹر محترم سجاد سندھونے سٹیج سیکریٹری کے فرائض سرانجام دیے۔

استاد محترم حافظ مؤمن محمود نے ''علومِ عالیہ کی اہمیت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس سے مرادوحی کے علم یادین کے علم میں تبحر حاصل کرنا ہے۔اصول فقہ اور منطق وغیرہ سب علوم عالیہ کا حصتہ ہیں۔آج ان علوم کی طرف سے تو جہٹ گئ ہے اور لوگوں نے سوشل میڈیا پر تین منٹ میں مجتهد بننے کا طریقہ ایجاد کرلیا ہے۔آج جہالت پر نخر کیا جارہا ہے۔فتنوں سے بیخے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلاف کا دین اپنا نمیں۔رسوخ فی الدین کے لیے علوم عالیہ کا حصول ضروری ہے۔اگر علم حاصل کرنے سے تقوی پیدانہیں ہور ہاتو ایسے علم پر سوالیہ نشان ہے۔

محترم سجاد سندهو نے دونوں کورسزی سمری پیش کی ۔ سال اوّل میں ۳۹ طلبہ اور ۳۵ طالبات نے داخلہ لیا تھا جبہہ ۲۵ طلبہ اور ۳۳ طالبات نے کورس کی شکیل کی ۔ استاد محترم مفتی ارسلان محمود نے پارٹ ون میں شجو ید حفظ اور فقہ العبادات 'محترم ڈاکٹر رشید ارشد نے مطالعہ حدیث اسلام کی نشأ قِ ثانیہ: کرنے کا اصل کام 'قوالیات اور شائل النبی سائٹ آئیلیم' محترم آصف حمید نے آیات قرآنی کی ترکیب (صرفی ونحوی) 'محترم فیاض قیوم نے عربی گرامر' محترم مؤمن محمود نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں کا ترجمہ اور مختصر منی ونحوی تشریح 'محترم محمود حماد نے کتاب البیع ' منتخب نصاب (حصتہ اول تا جہارم) اور سیرت النبی سائٹ آئیلیم (مکمل) 'استاد محترم حافظ عاطف نے کتاب البیع ' منتخب نصاب (حصتہ اول تا جہارم) اور سیرت النبی سائٹ آئیلیم (مکمل) 'استاد محترم حافظ عاطف وحید نے معاشیات البیمی تدریس کی ۔ جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل مولا نا احسان نے عقیدہ محترم مولا نا یوسف خان نے '' دو نِقتن اور ہمارے کرنے کا کام' پر پر پر ھائے ۔ جامعہ اشرفیہ کے شخرم مولا نا یوسف خان نے '' دو نِقتن اور ہمارے کرنے کا کام' پر لیکچرز دیے۔



پارٹ ٹو میں 9 طلبہ نے داخلہ لیا تھا جبکہ ۷ طلبہ نے کورس کی تکمیل کی ۔ ڈاکٹر رشید ارشد نے عقیدہ طحاویہ اور ریاض الصالحین ودیگر محترم مؤمن محمود نے تفسیر القرآن (اردواور عربی) مفتی ارسلان محمود نے اصول الفقہ ' نکاح وطلاق کے مسائل اور کاروبار سے متعلقہ مسائل واحکام' محترم ثاقب احمد نے عربی کامعلّم (حصّہ دوم و چہارم) اور محترم مکرم محمود نے الاربعین فی اصول اللہ بن مقدّمہ اصول التفسیر اُمّ البراہین' آسان منطق کی تدریس کی۔

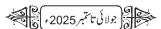
تقریب میں استاد محترم ڈاکٹر رشید ارشد نے تذکیر بالحدیث کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رٹائٹی کا قول ہے کہ جس نے کسی کو اُسوہ بنانا ہووہ اس کو بنائے جوفوت ہو چکا ہو'کیونکہ جو زندہ ہے وہ سو فیصد فتنے سے بچا ہوانہیں ہے۔ یعنی اصحابِ رسول جواللہ کے منتخب کر دہ چیندہ بندے ہیں'ان کی فضیلت کو بہچا نواور ان کے نقش قدم اور سیرت کی پیروی کرو۔ آج بہت سے لوگوں کے لیے ائمہ کی تقلید باعث عار بن گئی ہے۔ صحابہ 'کا ایمان عین الیقین اور حق الیقین والا تھا۔ آج جہلاء کی تعداد بڑھ گئی ہے'ان سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ صحابہ کرام ڈٹائٹی کے اسوہ کی اقتدا کی جائے۔

اس کے بعد طلبہ نے اپنے تاثر ات بیان کیے۔ پارٹ 1 کے طالب علم نعمان شاہدنے کہا کہ آج کا دن شکر بجالا نے کا ہے ۔ ہمیں پہلے اللہ کاشکرا داکر نا چا ہے جس کی تو فیق سے ہم نے بیکورس کممل کیا۔اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اسراراحمہؓ کوتو فیق دی کہ جنہوں نے اس دینی کورس کوشروع کیا اور بہت سے لوگوں نے اِس سے استفادہ کیا۔ آج بہت سے علماء ڈاکٹر صاحبؓ کی فکر کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔

پارٹ II کے طالب علم محمد یونس نے کہا کہ قر آن کی نصیحت کو حاصل کرنے کے لیے عربی زبان سیھنی بہت ضروری ہے۔ یقیناً قر آن کی تلاوت پر اجر ملتا ہے لیکن اس کو سمجھنا انسان کی رشد وہدایت کے حصول کا باعث ہے۔اسا تذہ نے ہماری بھریوررا ہنمائی فر مائی۔انتظامیہ کم محنتیں بھی قابل ستائش ہیں۔

قرآن اکیڈی ملتان سے ایک سالہ کورس کرنے والے طالب علم محمد عثان نے پارٹ II کی تکمیلِ قرآن اکیڈی لا ہور سے کی ۔ انہوں نے کہا کہ علم کا اصل فائدہ تب ہوتا ہے جب تعلق مع الله درست سمت میں ہو۔ دس ماہ کے بعد ہماری زندگی میں کیا تبدیلی آئی' اس کا ہمیں جائزہ لینا چا ہیے ۔ اِس کورس سے ہمارے اندر دین میں مزید آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اساتذہ سے بہت زیادہ تحریک کمی ۔

صدرانجمن خدّام القرآن محترم ڈاکٹر عارف رشیدنے اپنے خطاب میں فرمایا کہ بیر جو عالی القرآن کورسز کا ۱۳۸۳ والسیشن ہے۔ جب میں ایم بی بی ایس سے فارغ ہوا تھاتو والد محترم ڈاکٹر اسراراحمر کی صدا'' خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ '' پر میں نے اِس کورس کی تحکیل کی تھی۔ ہم نے حافظ احمد یارصاحبؒ سے استفادہ کیا تھا۔ اختامی تقریب میں والد محترم ؒ اکثر و بیشتر سورۃ الرحنٰ کی ابتدائی چارآیات کا ہدید دیا کرتے تھے۔ اِن چاروں آیات کا ربط تحریک رجوع الی القرآن کی بنیاد بنتا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالی کی سب سے اونجی صفت چاروں آیات کا ربط تحریک رجوع الی القرآن کی بنیاد بنتا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالی کی سب سے اونجی صفت







رحمت 'دوسری آیت میں اونچاعلم (قرآن کاعلم)' تیسری آیت میں جملیخلوقات میں ٹاپ کی مخلوق انسان (مسجودِ ملائک) اور چوقلی آیت میں انسان کی سب سے اعلیٰ صلاحیت یعنی قوت بیان کا ذکر ہے۔ان چاروں چیزوں میں منطقی ربط کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو حیوان ناطق اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی قوتِ بیان کوقر آن مجید کے علم کو پھیلا نے میں صرف کرے۔انہوں نے طلبہ کو ہدایت کی کہ وہ اپنے قریبی لوگوں کو بھی اس کورس میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔

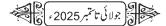
اختامی خطاب میں ناظم اعلی مرکزی انجمن خدام القرآن محتر م حافظ عاطف وحید نے فرما یا کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرتا ہوں۔ اس کورس میں داخلہ دینا بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے کیونکہ لوگ دور دراز علاقوں سے اپنا وقت 'مال اور دنیوی ترقی کے مواقع چھوڑ کر یہاں تشریف لاتے ہیں۔ یہ چیز ہمارے لیے ایک ذمہ داری کا باعث ہوتی ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ لوگ یہاں تشریف لائے ہیں وہ ہم کیے پورا کروا پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھراس میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اعلیٰ جذبات اور بہترین کلمات کے ساتھ اللہ کاشکر اداکر ناچا ہیے۔ میں اساتذہ کرام کا بہت ممنون احسان ہوں کہ انہوں نے جذبہ خلوص کلمات کے ساتھ طلبہ کو پڑھا یا۔ اساتذہ کی کوئی دنیوی غرض نہیں تھی بلکہ انہوں نے صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطریہ ذمہ داری انجام دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اِس کا بہتر اجرعطا فرمائے۔ طلبہ اپنی دعاؤں میں اپنے اساتذہ کو یا در تھیں۔ اس کے علاوہ جن لوگول نے اس سٹم کو چلا نے میں معاونت کی ہے وہ بھی ہمارے شکر یہے مستحق کہیں۔ خاص طور پر پروفیسر حافظ قاسم رضوان صاحب جو ہا شل کے طلبہ کی اخلاقی تربیت کرنے میں نما یاں کر دار میں اس کر ایک بھرتو میں معذرت خواہ ہوں۔

محترم ڈاکٹر ابصاراحمداور ڈاکٹر عارف رشید نے طلبہ میں اسنا دھشیم کیں جبکہ مفتی ارسلان محمود کی وُ عاپر اس تقریب کا اختیام ہوا۔ ﷺ ﷺ

## بقيه: رجوع الى القرآن كورس: نا قابلِ فراموش يا ديس

قر آن اکیڈمی کے ناظم اعلیٰ جناب عاطف وحید کا بہترین نظم وضبط اور سہولیات کی فراہمی کے ذریعہ سے اس علمی سفر کوآسان بنانے پر نندول سے شکریدا داکر تا ہوں۔اسی طرح انتظامی ٹیم کے احباب ٔ جناب سجا دسندھوا ور دیگر معاونین کا بھی شکر گزار ہوں۔

اپنے ان تا ٹرات کا اختتام میں مولا نا کمی حجازی کے الفاظ پر کرتا ہوں۔ جب کسی صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر اسرارصاحب کو نہ سنا کر واُنہوں نے کسی عالم سے نہیں پڑھا۔ تومولا نانے ناراضی کے انداز میں جواب دیا: ''تم نے کس عالم سے پڑھا ہے؟ صرف اعتراض کرنا جانتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اسرار صاحب کوقر آن مجید کی خدمت کی بہت تو فیق دی اور اب ان کی اولا دبھی کر رہی ہے۔ اللہ اس مرکز کوقائم ودائم رکھے۔'' میری بھی یہی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وقعالیٰ اس مرکز کوقائم ودائم رکھے۔ آئین! ﷺ ﷺ







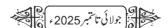
## شعبہ جات کی کارکر دگی کامخضر جائزہ سہ اہی رپورٹ

### شعبهمطبوعات

- 🖈 ہفت روز ہ ندائے خلافت' ماہنامہ میثاق اور سہ ماہی حکمت قرآن کے تمام ثبارے بروقت شائع ہوئے۔
  - 🖈 تینوں رسائل وجرائد کے تمام شارے تنظیم ڈیجیٹل لائبریری پر با قاعد گی ہے اپ لوڈ کے گئے۔
    - ☆ " حكمت قرآن" كا43 سالها شاربه تباركيا گيا۔
- القرآن' کی اشاعت ہفتم 2200 کی تعداد میں طبع کی گئی۔ مکتبہ خدام القرآن کی ڈیمانڈ کے مطابق کے مطابق 16 کتب کی نئی اشاعتیں طبع کی گئیں۔ یوں اس سہ ماہی کے دوران مجموعی طوریر 15,400 کتب شائع ہوئیں۔
- بذریعه ای میل موصول ہونے والے مراسلات اور مضامین ڈاؤن لوڈ کیے جاتے ہیں۔ مراسلات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ مراسلات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ اردو کمپیوزنگ کے متفرق کاموں میں دوسر سے شعبوں سے بھر پورتعاون کیا جاتا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسراراحمد ؓ کے تفصیلی دروس کی کمپیوزنگ کا کام جاری ہے۔ پر نٹنگ پریسوں ' بک بائینڈرز سے رابط'زیرطیع کام کی نگرانی اور مطبوعہ کتب و جرائد کی مکتبہ کوفراہمی کے علاوہ اخباری اشتہارات کی تیاری اور بکنگ وغیرہ کا کام بھی حسبِ معمول جاری ہے۔ فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے رجوع کرنے والے حضرات وخواتین کی مقد وربھر راہنمائی کافریضہ بھی سرانجام ہے۔ فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے رجوع کرنے والے حضرات وخواتین کی مقد وربھر راہنمائی کافریضہ بھی سرانجام

## شعبه تتحقيق اسلامي

- 🖈 🕏 محکمتِ قرآن کے لیےعلمیٰ تحریکی اور دعوتی موضوعات پرمضامین کی تیاری اور فنی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔
- شعبی تدریس کی جملت تعلیمی تدریسی و تربیتی سرگرمیوں کی نگرانی کی جاتی ہے۔ رفیع الدین فاؤنڈیشن کی تمام سرگرمیوں کی نگرانی ۔ کلیة القرآن کی جملت تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کی نگرانی ۔ قرآن اکیڈمی لائنبریری کا انتظام وانصرام ۔ شعبہ خط و کتابت کورسز کی نظامت کی ذمہ داری ۔ انسداد سود کے ضمن میں حسبِ ضرورت شظیم اسلامی کی قانونی و دستوری کا وشوں کی نگرانی اورعلمی مواد کی تناری وفراہمی ۔ کلیة القرآن کے بیٹے کیمیس کے جملہ معاملات کی نگرانی ۔
- رجوع الی القرآن کورسز [پارٹ I ، II] کے نئے سیشن 25\_2024ء کا آغاز 3 ستمبر 2024ء سے ہوا۔ 70 کے قریب طلبہ وطالبات سال دوم میں زیر تعلیم رہے۔ اس سہ ماہی کی خاص بات جناب مولانا پوسف خان کا'' دور فیتن اور ہمارے کرنے کا کام'' کے موضوع پر بمپچراورامیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کی طلبہ سے ملاقات ہے۔
- تعلیم الاسلام کورس [شام کی کلاسز]: ماڈیول اکے نئے سیشن کا آغاز 9 مئی 2025ء سے ہوا۔ آخر جون تک 13 حضرات اور 5 خواتین کورس جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ماڈیول ۱۱ میس عربی کی کلاس میں 6 طلبہ اور ترجمہ قرآن کی کلاس میں 10 سے 12 طلبہ با قاعد گی سے حاضر ہور ہے ہیں۔







- فہم دین کورس ( آن لائن ایوننگ کلاسز ): ماڈیول ون کا نیاسیشن 7 اپریل 2025ء سے شروع ہوا' جس میں 45 لوگوں نے با قاعدہ رجسٹریشن کروائی۔ماڈیول II میں 20 کے قریب لوگ شر یک رہتے ہیں۔
- ہے۔ شرق پورکیمیس کی مبجد کا باضابطہ افتتاح کیا گیا۔اس وقت کم وہیش 12 طلبہ زیرتعلیم ہیں ۔قرب و جوار کے ناظر ہ اور پرائمری کے چند بچوں کی تدریس کا کام بھی جاری ہے۔
- کے انچارج شعبہ تحقیق اسلامی شعبہ ہذا کی جملہ ذمہ داریوں کے ساتھ مرکزی انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ کے طور پر بھی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

## كلية القرآن

۔ کل طلبہ کی تعداد 88 ہے۔ ابھی داخلے جاری ہیں۔ ہوشل میں اس سہ ماہی کے دوران تقریباً 75 طلبہ تیم رہے۔ اساتذہ و ملاز مین کی تعداد تقریباً 20 ہے۔ تمام طلبہ کے لیے لانڈری کی سہولت مفت ہے۔ ادارہ کی طرف سے 24 گھٹے مفت طبی سہولت کا انتظام بھی ہے۔

## شعبه خط و کتابت کورسز

- ان تین ماہ کے دوران خط و کتا ہت کورس کے تینوں کورسز میں بذریعہ ڈاک مجموعی طور پر 115 طلبہ وطالبات نے داخلہ لیا جبکہ آن لائن کورس'' قر آن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس' میں 148 طلبہ وطالبات رجسٹر ڈہوئے عربی گرام کورس کے 4 طلبہ اور ترجمہ قر آن کورس کے 4 طلبہ نے کورس کی پخیل کی ۔ تینوں کورسز کے 503 پر ہے مارکنگ کے بعد ارسال کیے گئے' جبکہ عام ڈاک سے متعلق 114 خطوط/ داخلہ فارم وغیرہ پر کارروائی کی گئی ۔
- کر آن کیم کی فکری وعملی را ہنمائی کے آن لائن کورس میں 148 طلبہ وطالبات نے داخلہ لیا۔ 3 طلبہ نے کورس کی تکمیل ک تقریباً 125 پر چوں کی مارکنگ کی گئی۔ کورس کے حوالے سے مجموعی طور پر 185ی میلز/ واٹس ایپ میسجز کے جوابات دیے گئے۔

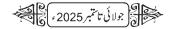
## مكتبه خدّام القرآن

 ضعبہ مکتبہ کی سرگرمیاں جن میں جرائد کی بروقت ترسیل' کتب کے آرڈرز کی تغمیل اور ڈاک کا انتظام شامل ہیں بطریقِ
 احسن جاری رہیں۔اس سہ ماہی کے دوران قر آن آڈیٹور یم میں بروز اتوار درسِ قر آن اور قر آن اکیڈی میں خطاب جمعہ کے
 موقع پر پورے اہتمام کے ساتھ کتب کے سٹالز لگائے گئے۔اس کے علاوہ آن لائن آرڈرز کی بھی با قاعدگی سے تعمیل ہوتی
 رہی۔اس سہ ماہی کے دوران مکتبہ کی سیل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

59,64,872.00 روپي	كتب
13,200.00 روپے	يوايس بي
7,41,204.00 روپي	X17.
67,19,276.00 روپي	مجمود) سيل

## شعبهمع وبصر

تنظیم اسلامی پاکستان اورمرکزی انجمن خدام القرآن لا ہور کے تحت چلنے والی ان ویب سائٹس کو با قاعد گی ہے اپڈیٹ کیا گیا: www.khuddamulquran.org, www.drisrar.com, www.tanzeem.org







کر شتہ سہ ماہی کے دوران 12 خطبات جمعہ، 2 خطباتِ عید، ہفتہ وار درس قر آن وحدیث کے 12 پروگرام، زمانہ گواہ ہے کے 12 پروگرام، امیر سے ملاقات کے 3 پروگرام اور پالیسی ٹیٹمنٹ کی 3 ویڈیوز کی ریکارڈ نگ کی گئی۔

ے 12 پروٹرام، امیر سے ملاقات نے 3 پروٹرام اور پایسی میمنٹ کی 3 ویڈیوزی ریکارڈ نانسی کی۔

قرآن اکیڈی قرآن آڈیٹوریم اور قرآن اسٹوڈیوز میں ریکارڈ کیے گئے تمام پروگراموں کی ایڈیٹنگ کی گئی اور ٹائنٹل

بنائے گئے۔گزشتہ سہ ماہی کے دوران 40ویڈیوکیسٹس ڈیجیٹائز ڈکیے گئے۔ مختلف قسم کا 2.5TB کاڈیٹار ڈوبدل کیا گیا۔

704 آڈیوکیسٹ کیپچر کیے گئے۔اس دوران مختلف پروگراموں سے 123 شارٹ کلیس بنائے گئے۔سوشل میڈیا پرنشر

ہونے والے تمام چھوٹے بڑے پروگراموں کے لیے 84 تھمب نیل، قرآنی آیات کے 14 پوسٹ، احادیث کے 16

یوسٹ، 18 Reels+Templates مخطابات جمعہ وعیدین کے 15 پوسٹ، دروس قرآن وحدیث کے 12، زمانہ گواہ

یوسٹ، 21 کے اعلانات کے 12 پوسٹ بنائے گئے۔

ن یو ٹیوب پلیٹ فارم پر ہمارے 15 چینلز چل رہے ہیں۔ویڈیوز کی کُل تعداد 12754 ہے۔ویوز مجموعی طور پر 45 کروڑ ن پرید

سے زائد ہیں۔ ایس بک پلیٹ فارم پر 5 چیجز چل رہے ہیں۔فالوورز کی گُل تعداد 17 لاکھ 50 ہزار سے زائد ہے۔

خ فیس بک براڈ کاسٹ چینلز دوہیں \_فالوورز کی گل تعداد 42.3K ہے۔

🖈 انسٹا گرام پر 6ا کا ؤنٹ چل رہے ہیں۔فالوورز کی کُل تعداد 1285K ہے۔

🖈 الیس (سابقہ ٹویٹر) پر 2ا کا ؤنٹ چل رہے ہیں۔ فالوورز 117K ہیں۔

🖈 واٹس ایپ براڈ کاسٹ گروپ میں 2 گروپس چل رہے ہیں۔فالوورز کی گل تعداد 9,185 ہے۔

🌣 🏻 ڈاکٹر اسراراحمہ واٹس ایپ آفیشل چینل میں فالوورز کی تعداد 9,690 ہوگئی جبکہ'' بیان القرآن' کے فالوورز کی تعداد

2000 سے او پر ہے۔ 🖈 میک ٹاک پر 13 کاؤنٹ چل رہے ہیں۔فالوورزمجموعی طور پر 130K ہیں۔

🖈 ملی گرام براڈ کاسٹ کے دوجینلز کے 3805 ممبرز ہیں۔

🖈 Threads پر 15 کا ؤنٹس چل رہے ہیں۔ فالوورز کی تعداد 205K سے زا کد ہے۔

☆ Sound Clouds پر آ ڈیوٹر کیس اُپ لوڈ کیے جاتے ہیں گل فالوورز 1911 ہو گئے۔

🖈 Pinterest پر فالوورز کی تعداد 302 ہے۔

## شعبه نشروا شاعت

🖈 امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ اور'' امیر سے ملاقات'' کی تلخیص کی اشاعت ندائے خلافت میں جاری رہی۔

🖈 سمجموعی طور پر 24 پریس ریلیز جاری ہوئیں جوارد و،انگریزی،مقامی زبانوں کے اخبارات میں شاکع ہوئیں۔

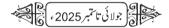
کم منظر واشاعت مرکزی انجمن خدام القرآن لا ہور جناب ایوب بیگ مرزا کی حسب ضرورت معاونت کا سلسلہ جاری 🖈

کھ ناظم نشرواشاعت مرکزی اجمن خدام القرآن لا ہور جناب ایوب بیک مرزا کی حسبِ ضرورت معاونت کا سلسلہ جاری ر ہا۔سہ ماہی خبرنامہ ترتیب دینے کا سلسلہ جاری رہا۔

#### ، بر بر بر بر بر برد نظر من

🖈 قرآن آ ڈیٹوریم میں اتوار کے روزضج دیں بجے درسِ قر آن کا سلسلہ جاری ہے۔

🖒 اس سه مای میں حلقه محسنین میں 8 ار کان اور حلقه ناصرین میں 2 ار کان کا اضافیہ ہوا۔ 🕲 🕲 🕲







# مجلّه ' حکمتِ قرآن ''لا ہور کے تینتالیس سال

## محمرشا مدحنيف

ماہنامہ'' حکمتِ قرآن'' کا آغاز مارچ+اپریل 1982ء میں سولہ صفحات پر شتمل ڈاکٹر اسراراحکہ ؒ کے ایک مضمون طبع کیا مضمون'' حقیقتِ زندگی'' کوشائع کر کے کیا گیا۔اس شارے میں صرف ڈاکٹر صاحب کا ایک ہی مضمون طبع کیا گیا۔ دوسرا شارہ مئی+ جون 1982ء کا مشتر کہ شارہ تھا جس میں ڈاکٹر اسرار احکہ ؒ رسالے کے نام اور اس کی اشاعت کے بارے میں اپنے اداریے بعنوان' حکم وعبر'' میں لکھتے ہیں:

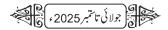
''مرکزی انجمن خدّام القرآن لا ہور کے زیر اہتمام'' حکمتِ قرآن' کے پہلے ثنارے کے لیے پچھ لکھنے کا خیال آتے ہی دل پر اِک چوٹ کی گل اور ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ومغفور کا سرا پا نگاہوں میں گھوم گیا۔۔۔ اور خاص طور پر ان کا مطمئن اور متبتم چہرہ چیثم تصوّر کے مین سامنے آن کھڑا ہوا۔۔ اس لیے کہ اس مجلّے کا نام'' حکمتِ قرآن' ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کی امانت ہے۔۔۔ اور اس کا اجراءِ اوّل ان ہی کی قائم کردہ ''آل پاکستان اسلامک ایچوکیشن کا نگریس'' کے تحت ہوا تھا۔''

دوسرے شارے (مئی 1982ء) میں اپنے اس ادار بے میں ڈاکٹر صاحب نے اس شارے کے بارے میں تعارف کروانے کے بعد آئندہ رسالے کی ادارت ڈاکٹر ابصاراحمدصاحب کے حوالے سے کرتے ہوئے لکھا:
''اس پہلے شارے [ترتیب اشاعت میں بیدوسراشارہ ہے] کا ابتدائیۃ وراقم نے لکھ دیا ہے' لیکن آئندہ بیہ پرچکلیٹا حوالے رہے گا ڈاکٹر ابصاراحمستمہ کے جوقر آن اکیڈمی کے اعزازی ڈائر بکٹر ہیں ۔۔اورنو رچشم حافظ عاکف سعیدستمہ کے جوقر آن اکیڈمی کی رفاقت سکیم کے شریک اوّل ہیں۔اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ضروری ہمت اور صلاحیت عطافر مائے۔ آمین!'

شمارہ اوّل میں صرف ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا نام بطور مدیراعلیٰ درج ہوا تھا جب کہ شمارہ دوم (مئی 1982ء) پر جاری کردہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین' مدیر اعزازی ڈاکٹر ابصار احمد' معاون مدیر حافظ عا کف سعید کے ساتھ مدیرمسئول کے طور پر ڈاکٹر اسرار احمد کے نام نامی درج کیے گئے۔

فروری 1987ء سے مذکورہ بالا چاروں ناموں کے علاوہ اقتدار احمد کا نام بطور مینیجنگ ایڈیٹر کا اضافہ کردیا گیا 'جو کہ مارچ 1989ء تک شائع ہوااور مئی 1989ء کے شارے سے اقتد اراحمد کا نام حذف ہو گیا۔ اگست 1989ء کے شارے سے ایک نیا یا نچواں نام بطور معاون اُمورانظامی حافظ خالدمحمود خصر کا شامل

mshanif2010@gmail.com :ایم اے (لائبریری سائنس)'ای میل  $\Rightarrow$ 







ہو گیا' جب کہ شارہ جون تا دسمبر 1990ء میں اُن کے عہدہ کو بدل کر''ادارہ تحریر'' کے تحت پروفیسر احمدیار' پروفیسر حافظ محمد فاضل ٔ حافظ خالد محمود خصر کے ناموں کوشا کئع کیا گیا۔ جنوری 1991ء سے''ادارہ تحریر'' سے حافظ محمد فاضل کا نام حذف ہو گیا۔ دسمبر 1997ء کے شارے سے''ادارہ تحریر'' میں حافظ احمدیارؒ کے نامِ نامی کی بجائے پروفیسر حافظ نذیر احمد ہاشی کا نام شاکع ہونا شروع ہو گیا۔ بیسلسلہ جون 2000ء تک جاری رہا۔

جولائی 2000ء سے تتمبر 2001ء تک''ادار ہُتحریز'' کی بجائے صرف''معاون'' کے طور پر حافظ خالد محمود خضر کا نام رہ گیا۔ پھراکتوبر 2001ء تا دیمبر 2003ء''ادار ہُتحریز'' کے تحت سابقہ دونام حافظ خالدمحمود خضر اور حافظ نذیراحمہ ہاشمی کے درج ہونے شروع ہوئے۔

جنوری 2004ء سے ادارتی ناموں کی تبدیلی کے بعد مدیر اعزازی ڈاکٹر ابصارا حمدُ مدیر منتظم حافظ عا کف سعیدُ نائب مدیر حافظ خالدمحمود خصرُ ادار ہُ تحریر میں حافظ نذیر احمد ہاشی اور پر وفیسرمحمدیونس جنجوعہ کے اسائے گرا می شامل ہوئے۔

مئی 2004ء سے صافظ عاطف وحید کا نام بھی ادارہ تحریر میں شامل کردیا گیا۔ جولائی 2006ء سے حافظ محمد زبیر کے نام کا ادارہ تحریر میں اضافہ ہوا۔

جنوری 2008ء سے'' حکمتِ قرآن'' کا ایک نیا دورشروع ہوا جب اس کو ماہنامہ کی بجائے سہ ماہی کردیا گیا۔اس کے بارے میں ڈاکٹر ابصار احمد جنوری 2008ء کے شارے میں اپنے اداریے بعنوان''حرف اوّل'' میں لکھتے ہیں:

'' حکمت ِقرآن کا بیشارہ ایک نے دور کا آغاز کر رہا ہے۔ المجمن خدام القرآن اور قرآن اکیڈی کے اکیڈی کے اکیڈ کک ویگ نے طویل سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اس جرید ہے کوظاہری اور معنوی لحاظ سے وقیع بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے سہ ماہی بنایا جائے'تا کہ ادارتی عملے کواس کے مشمولات کی تدوین کے لیے زیادہ وقت ملے۔''

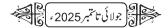
اس نے دور میں اس رسالے کی مجلس ادارت اور دیگر ناموں کی ترتیب کچھ یوں بنی:

مدیرمسئول: ڈاکٹراسراراحمرُ بیادگار: ڈاکٹرمحمدرفیع الدین مدیراعز ازی: ڈاکٹرابصاراحمہ

مدیر منتظم: حافظ عاطف وحید' نائب مدیر: حافظ خالدمحمود خضر ..... ادارهٔ تحریر: حافظ محمد زبیر' قاری یخیل اشرف عبدالغفار'حافظ نذیراحمد ہاشی' حافظ طاہراسلام عسکری' پروفیسرمحمد یونس جنجوعه

ڈاکٹر اسراراحمدؓ کے اس دُنیا سے رخصت ہونے کے بعدا پریل 2010ء کے شارے سے مدیر مسئول کی ذمہ داری ڈاکٹر ابصاراحمد کے سپر دکر دی گئ جب کہ مدیر جافظ عاطف وحیدٌ نائب مدیر حافظ خالد محمود خضراورا دار ہ تحریر میں حافظ محمد زبیرُ حافظ نذیر احمد ہاشی اوریر وفیسرمحد یونس جنجوعہ شامل رہے۔

جولائی 2015ء کے ثمارے میں حافظ نذیراحمہ ہاتھی کے نام کی جگہ مؤمن محمود ادارہ تحریر میں شامل ہوئے۔ جنوری-اپریل 2021ء کے شارے سے مدیر مسئول ڈاکٹر عارف رشید' مدیر ڈاکٹر ابصار احمد' نائب مدیر حسب







سابق اورمجلسِ ادارت (ادارهُ تحریر ) میں حافظ عا کف سعیدُ حافظ عاطف وحید' پروفیسرمجمہ یونس جنجوعہ' مؤمن محمود' حافظ قاسم رضوان شامل ہو گئے۔

مجلّه'' حکمتِ قرآن' کے بنیادی مقاصد میں قرآن وعلومِ قرآن سے متعلقہ تمام مباحث جن میں ترجمهٔ قرآن' تفسیرِ قرآن' علمِ تفسیر' لغات القرآن' تجوید' اعجاز القرآن' تدوینِ قرآن' نزولِ قرآن ودیگرعلومِ قرآن یہ پر نگارشات شائع کرنے کے علاوہ عمومی اسلامی تعلیمات کی اشاعت وترویج کے ساتھ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج کی سرگرمیوں کو بھی دیگر افراد تک پہنچانا تھا۔ دیگر تمام مواد کے علاوہ علومِ قرآنیہ سے متعلق خصوصی طور ڈاکٹر محمد رفیع الدین' ڈاکٹر اسرار احمد اور پروفیسر حافظ احمد یار (بیکھیے) کی نگارشات کو مستقل بنیادوں پر شائع کر کے قارئین تک پہنچایا گیا۔

اس رسالے نے علوم قرآنیہ کے علاوہ دیگر تمام اسلامی موضوعات جن میں حدیث و سُنّت عبادات معاشرت سیاسیات معاشیات فقہ واجتہا ہ سیرت وسواخ شعر وا دب اور تاریخ پر مستندعلاء کرام کی تحریریں پیش معاشرت سیاسیات معاشیات فقہ واجتہا ہ سیرت وسواخ شعر وا دب اور تاریخ پر مستندعلاء کرام کی تحریریں پیش کرنے میں بہترین کر دارا داکیا اور کررہا ہے۔ بالخصوص ڈاکٹر اسرارا حمد ہے مختلف ادوارا ورالگ الگ انداز میں ہونے والے دروسِ قرآن کوخصوصی طور پر تحریری شکل میں ڈھال کر قرآنی خدمت کا بہترین فریفنہ انجام دینے میں اس رسالے کے ذمہ داران نے کوئی کسرنہیں چھوڑی۔ ایک خاص سلسلہ جو کہ 'لغات واعراب قرآن' کے عنوان سے مستقل کئی سالوں سے شاکع ہورہا ہے وہ اس رسالے کی جان نظر آتا ہے۔ بیسلسلہ جنوری 1989ء سے پر وفیسر حافظ احمد یار سے خاری رہا۔ اُن کے بعد بیسلسلہ اُن ہی کے افادات اور تشریحات کی روشنی میں اختصار کے ساتھ لطف الرحمٰن خان صاحب نے حاری رکھا۔

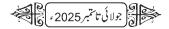
مجلّہ'' حکمتِ قرآن' نے اپنے آغاز مارچ 1982ء سے دسمبر 2024ء تک کل 330 شارے ثالغ کیے جن میں 18 خاص نمبر بھی شامل ہیں' جن کی تفصیل آگے دی جارہی ہے۔ رسالے کے صفحات کی تعداد مختلف ادوار میں کم وہیش رہی ۔ پہلا شارہ صرف 16 صفحات پر مشتمل تھا' جب کہ دسمبر 2007ء تک ماہنامہ حکمتِ قرآن کے صفحات کی تعداد 68 ہوتی تھی ۔ جنوری 2008ء سے بیمجلّہ سہ ماہی ہواتو اس کا سائز بھی بڑھاد یا گیا اور صفحات کی تعداد 68 ہوتی تھی ۔ جنوری 2028ء کا خصوصی شارہ 196 صفحات پر مشتمل تھا۔ 330 شاروں کے گل صفحات کی تعداد 100 کر دی گئی ۔ جنوری تا جون 2023ء کا خصوصی شارہ 196 صفحات پر مشتمل تھا۔ 330 شاروں کے گل صفحات کی تعداد تقریباً

عنی موضوعات پر جوا ٹھارہ خاص نمبر شائع کیے گئے اُن کی تفصیل بچھ یوں ہے:

🖈 حقیقت زندگی .....ایک فکرانگیز تحریر (مارچ 1982ء)

🖈 دعوت ِرجوع الى القرآن كامنظرو پس منظر (جولا كى 1982ء)

🖒 فرائضِ دینی کا قر آنی تصوّر: سیرت کی روثنی میں (مارچ 1983ء)





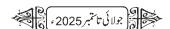


- 🖈 سالانه محاضرات قرآنی (مارچ 1985ء)
- 🖈 اسلام کامعاشی نظام اوراسلامی ریاست کا نظام محاصل (ستمبر 1985ء)
  - 🖈 اسلامی تحقیق کامفهوم ومترعااور طریق کار ( دسمبر 1986 ء )
  - 🖈 زندگی'موت اورانسان: آئینه قرآنی میں (مئی 1988ء)
- 🖈 نبى اكرم سانتفاليا يلم كالمقصد بعثت اورا نقلاب نبويٌ كااساس منهاج (ستمبر 1988ء)
  - 🖈 علامها قبال اور بهم (نومبر 1988ء)
- 🖈 دعوت رجوع إلى القرآن كي ساڙ ھے تئيس سالەمساعى كاجائزە (ايريل 1989ء)
  - 🖈 دعوت رجوع إلى القرآن كا منظرو پس منظر (فروري 1990ء)
- 🖈 ایجاد وابداعِ عالمی نظام خلافت تک: تنزل اورار تقاکے مراحل (اگست 1999ء)
  - 🖈 عيدالاضحيٰ اورفلسفهُ قرباني (مارچ2000ء)
    - ☆ انوارالقرآن (فروري 2001ء)
  - 🖈 اسلامی تصوّف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش (اگست 2001ء)
    - 🖈 اسلامی ریاست اور معیشت (اگست 2002ء)
    - 🖈 ز کوة: في سبيل الله کې مداورمسکله تمليک (جولا ئې 2006ء)
- 🖈 دعوت رجوع الی القرآن اورمرکزی انجمن خدّام القرآن لا ہور کے 50 سال (جنوری 2023ء)

#### ## ## ## ## ## ##

معروف محقق اور اشاریہ ساز جناب محمد شاہد حنیف نے مجلّہ حکمتِ قر آن لا ہور کا سمس سالہ اشاریہ (۱۹۸۲ء ۲۰۲۳ء) انتہائی دقت نظر اور محنت سے تیار کیا ہے۔اس کے محتویات کو مختلف عنوانات (موضوع وار) اور مصنف وار دونوں طرح سے اس انداز میں مرتب کیا ہے کہ اس رسالہ میں شائع ہونے والے تمام موضوعات تک نہ صرف رسائی آسان تر ہوگئ ہے بلکہ کسی مصنف کی تمام تحریروں سے بھی استفادہ آسانی سے ممکن ہوگیا ہے۔

۲۷ صفحات پرمحیط بیاشار بیطباعت کے مرحلے میں ہے اوران شاءاللہ العزیز جلد قارئین کے استفادہ کے لیے دستیاب ہوگا۔ (ادارہ)







## MESSAGE OF THE QUR'AN

Translation and Brief Elucidation
By

Dr.Israr Ahmad

## Surah Al-Anfāl (8)

Ayāt 67 to 71

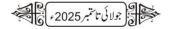
مَا كَانَ لِنَبِي آنَ يَكُونَ لَهُ آسُرَى حَتَى يُثَخِنَ فِي الْأَرْضِ ثُرِيْدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَ اللهُ يُرِيْدُ اللهِ يَرِيْدُونَ عَرَضَ اللهِ عَزِيْرٌ حَكِيْمُ ﴿ لَكِيْمُ ﴿ لَكِيْمُ مِنَ اللهِ سَبَقَ لَبَسَّكُمْ فِيْمَا آخَانُهُم عَذَابٌ عَلَيْمُ ﴿ فَلَيْمُ اللّٰهِ عَزِيْرٌ حَكِيْمُ ﴿ كَلُيْمُ كَلُو اللّٰهُ أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمُ ﴿ فَيَمَا آخَانُهُم عَذَابٌ لِمَن عَظِيْمُ ﴿ فَكُولُو اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ وَلِي اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ وَاللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ وَاللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ وَاللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُولُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَلَيْمُ اللّٰهُ عَلْوَلُولُ اللّٰهُ عَنْوُلُ اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَنْولُ اللّٰهُ عَلْمُ عَلَيْمُ اللّٰهُ عَلْمُ عَلَيْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلْمُ عَلَيْمُ اللّٰهُ عَلَيْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّلْهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلْمُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ اللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ عَلَى اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ عَلَى الللّٰهُ الللّٰهُ اللللّٰهُ الللللّٰ الللّٰهُ اللللللّٰ الللللّٰ الللّٰهُ اللللّٰهُ اللللللّٰ اللللّٰ الللللّٰ الللللّٰ الل

#### **Ayah 67**

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَّكُونَ لَهُ أَسُرى حَتَّى يُثُخِنَ فِي الْأَرْضِ \*

It is not fit for a prophet that he should take captives until he has thoroughly subdued the land.

This ayah was revealed concerning the seventy individuals from Quraysh who were taken as captives during the Battle of Badr. The Prophet مسواله consulted his companions regarding their fate. Abu Bakr رضي الله عنه suggested that they be treated with leniency and released for ransom. The Prophet مسواله himself, being compassionate, merciful, and tenderhearted, was inclined towards this opinion. However, Umar رضي الله عنه المنافقة ال







vanquished, no leniency should be shown. He (حفي الله عند) insisted that all captives be killed, even suggesting that the Muhajirūn should kill their nearest relatives with their own hands. Ultimately, the decision to release the captives for ransom was made and implemented. This ayah reprimanded the decision, indicating that it was inappropriate to take war captives until the power of falsehood had been completely shattered. Taking them as captives meant they would remain alive, and sooner or later, they would have to be released. This would then allow them to become a source of strength for falsehood once again and fight against the Muslims in the future.

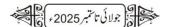
#### You [believers] settled with the fleeting gains of this world,

While Allah's aim [for you]is the Hereafter. Allah is Almighty, All-Wise.

#### Ayah 68

Had it not been for a prior decree from Allah, you would have certainly been disciplined with a tremendous punishment for whatever 'ransom' you have taken.

This refers to the command in Surah Muhammad (ayah 4), which had been revealed much earlier. We will study the details of this matter while expounding upon Surah Muhammad and see how the Prophet ومعلوا والله found room for the acceptance of ransom within the interpretation of that directive. This is essentially a matter of legal interpretation, as stated in Surah Az-Zumar, ayah 18: ﴿ اللّٰهِينَ يَسْتَمْوُنُ الْقُولُ فَيُشِعُونُ الْحُسْنَهُ \*Those who listen to the word, then follow the best of it," aiming to reach the highest degree of its application. This is what the Prophet







interpreting this law. As the directive allowed for this leniency, the Prophet, due to his gentle nature, opted for this interpretation. The ayah under consideration also implies that the command revealed in Surah Muhammad contained this allowance, which is precisely why it has been stated that if it had not been for that previous decree, you would have been inflicted with severe punishment for taking the ransom. It has been narrated that the Prophet and Abu Bakra kept crying for several days following the revelation of this ayah. However, this decision did not violate any explicit command, and the opinion adopted was based on the ijtihād (reasoning based on Allah's commands) of the Prophet through which he embraced a lenient and accommodating stance that the directive allowed for.

#### **Ayah 69**

#### Now enjoy what you have taken, for it is lawful and good.

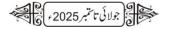
This refers to both the spoils of war that the Muslims obtained during the battle itself and the ransom acquired from the captives. All of it has been referred to as booty and declared absolutely lawful and permissible.

And be mindful of Allah. Surely Allah is All-Forgiving, Most Merciful.

#### Ayah 70

#### O Prophet! Tell the captives in your custody

To understand what this ayah signifies, one must bear in mind two aspects concerning the captives taken during the Battle of Badr. Firstly, a considerable number of these captives had not joined the battle of their own volition; they had been coerced by their chieftains or driven by unavoidable circumstances to reluctantly partake in the conflict. Secondly, several of these captives were closely related to some of the Muslims. Among them was none other than the Prophet (مني الله عنه who had most probably already embraced Islam secretly, though he had not yet proclaimed his faith. Narrations recount that Abbas رضي الله عنه bound with particularly tight







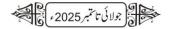
ropes. When he groaned in pain, the Prophet مليه وسلم would become distressed upon hearing his cries of anguish. Even then, he مليه الله did not express a desire for any special treatment for him. However, prompted by the unbearable distress caused by his uncle's pain, he ordered that the bonds of all captives be loosened to ease their suffering.

Another poignant instance involves the Prophet (عليه وسلم )'s son-in-law, Abu al-Ās, who was also among the captives. When the Prophet (عليه وسلم)'s eldest daughter, Zainabرضي الله عنها, sent her necklace as ransom for her husband's release—a necklace that had been given to her by her mother, Khadijah رضى الله عنها, on the occasion of her marriage—the sight of this cherished keepsake moved the Prophet صلى to tears. The necklace evoked vivid memories of his life with Khadijah رضي الله عنها, her unwavering devotion, and her steadfast loyalty. The Prophet مليالله addressed his companions, asking for their permission to return the necklace so that it as a precious memento from her رضى الله عنها as a precious memento mother. With the companions' unanimous consent, the necklace was returned to Zainabرضي الله عنهاIn a nutshell, the second important point. regarding the captives was that many of them were bound by deep familial ties to the Muhajirūn, as they hailed from the same families and tribes. So, it was decreed, O Prophet! (مطيالله), say to those captives who are in your hands:

## "If Allah finds goodness in your hearts, He will give you better than what has been taken from you"

This means that the matter of your intentions is between you and Allah, while your treatment will be purely in accordance with the law. All of you came to support the disbelievers in the battle, and now, by law, you are war captives. Whether you joined the battle willingly or under compulsion, whether you harbored faith in your hearts or remained in a state of disbelief, Allah is fully aware of the reality of all these matters. He will surely deal with each of you according to his intentions, and whoever has virtue and goodness in his heart will be rewarded in the most generous manner for that goodness.

"And forgive you. For Allah is All-Forgiving, Most Merciful."







#### Ayah 71

وَإِنْ يُرِيْدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدُ خَانُوا اللهَ مِنْ قَبُلُ

But if their intention is only to betray you 'O Prophet', they sought to betray Allah before.

فَأَمْكَنَ مِنْهُمُ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

But He gave you power over them. And Allah is All-Knowing, All-Wise.

Among these captives, there will be those who lie to you, fabricate false excuses, and present unfounded justifications. Such betrayals they have previously committed against Allah, and it is indeed as a consequence of these actions of theirs that they are now in your control. The following ayāt serve as the concluding remarks of this blessed surah.

#### Ayāt 72 to 75

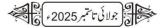
إِنَّ الَّذِيْنَ امَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَهَدُوْا بِاَمُوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَ الَّذِيْنَ اوَوَا وَ نَصَرُوْا اللهِ وَ الَّذِيْنَ امَنُوا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنَ وَّلاَيَتِهِمْ مِّنَ شَيْءٍ اللهِ يَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُ اللهُ بِمَا تَعْمَدُون بَصِيْدُ وَ اللّهِيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصُرُ اللهِ عَلَيْكُمُ النَّصُو الله عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمُ مِّنَ شَيْءٍ وَالله بِمَا تَعْمَدُون بَصِيْدُ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاء بَعْضُ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللهِيْنَ اللهُ وَاللّهِ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّهِيْنَ اللهِ وَ اللّه بَعْضُهُمْ اوْلُوا اللّهُ وَاللّهِ مَعْمُ اللهُ اللهِ وَ اللّهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

#### Ayah 72

إِنَّ الَّذِيْنَ اَمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ لَجَهَدُوا بِأَمُوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَ اللهِ وَاللهِ وَاللهِ وَ اللهِ وَاللهِ وَاللّهِ وَاللّ

Those who believed, emigrated, and strived with their wealth and lives in the cause of Allah, as well as those who gave them shelter and help—they are truly guardians of one another.

After the migration to Madinah, the Muslim society consisted of two distinct groups: the Muhajirūn (emigrants) and the Ansār (helpers).







Although the Muhajirūn and Ansār had been made brothers, it was not possible to transform the entire tribal system overnight. At that time, up until the Battle of Badr, the eight expeditions that the Prophet بالمنافذة had sent to various regions did not include any Ansāri companion. The Ansār participated in a military campaign for the first time at the Battle of Badr. Keeping this historical context in view explains why the first part of the ayah mentions the Muhajirūn specifically not only in the context of the hijra but also for their participation in jihad. The Ansār of Madinah joined the jihad later, while for the first year and a half after the hijra, only the Muhajirūn took part in military campaigns. Here, the status of the Ansār has been highlighted in another way: ﴿

(الله المنافذة المنافذة

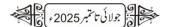
They opened their hearts and homes to the Muhajirūn and supported them in every possible way.

As for those who believed but did not emigrate, you have no obligations to them

حَتَّى يُهَاجِرُوْا

#### Until they emigrate.

This means that those who have believed but have not emigrated, you have no bond of loyalty or companionship with them. True faith, undoubtedly, is a matter of the heart, known only to Allah. However, for legal purposes in these particular circumstances, the outward criterion for faith was established as emigration. This is why, in Surah An-Nisa (revealed after this surah), those who did not emigrate have been declared to be deserving of the same treatment as hypocrites and disbelievers, and it has been commanded that they be seized and killed (ayahs 89-90), except those who were part of a tribe with whom the Muslims had a treaty. Therefore, those who believed and emigrated from Makkah to Madinah provided practical proof of their faith. Conversely, those who professed faith but did not emigrate were not legally recognized as Muslims. For instance, if one of the captives from Badr claimed that he had embraced faith but was compelled to join the battle, the response according to this principle would be that since he did not emigrate, he would be counted among those on whose side he fought. Against this backdrop, the address in this ayah is primarily directed







Al-Anfāl 7

towards the captives of Badr. If any of them claimed to be a Muslim, he had to be ransomed to be set free, return to Makkah, and then formally emigrate from there to Madinah. Only then would he be recognized as a believer and share a bond of mutual loyalty and support with you.

#### But if they seek your help (against persecution) in faith, it is your obligation to help them

This means that those who have believed but remained in Makkah or in their respective tribes and have not emigrated—if they seek your help in the matter of the Deen, it is incumbent upon you to assist them.

#### Except against people bound with you in a treaty.

Although the inhabitants of the land of Islam (Dar al-Islam) are not obliged to protect and defend those Muslims who have not emigrated from the land of disbelief (Dar al-Kufr), they are not excluded from the bond of religious brotherhood. Therefore, if they seek help from their Muslim brothers based on this religious bond, it is essential to assist them, provided that this assistance is not sought against a tribe with whom the Muslims have a treaty. The sanctity of treaties must always be upheld.

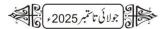
وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ ﴿

Allah is All-Seeing of what you do.

#### Ayah 73

#### As for the disbelievers, they are guardians of one another.

In the tribal society of Arabia, mutual agreements and alliances carried great significance. The responsibilities tied to such alliances were taken very seriously. For instance, if someone incurred a debt or a penalty, his allies and confederates would diligently contribute to cover the amount. Hence, given the importance of alliances, this ayah sheds light on the terms and conditions of these bonds, indicating that disbelievers are allies of one another, whereas the believers share a bond of loyalty with each







Al-Anfāl 8

other. In this context, the Muslims who have not emigrated do not share an alliance of loyalty with the believers. However, if such Muslims seek help, the believers must assist them, provided this assistance does not contravene a treaty made with a tribe.

And unless you (believers) act likewise, there will be great oppression and corruption in the land.

O Muslims, all your actions should adhere to the established rules and regulations. Do not let any of your actions become the cause of tribulation and corruption in the land. For instance, if a Muslim facing persecution from his tribe in Makkah seeks your aid, you must provide help. However, if that tribe has a peace treaty with you, you cannot violate the pact by launching an attack on their tribe to provide assistance, because Allah does not favor any form of betrayal or injustice. Therefore, in such a case, the persecuted Muslim should migrate to the Dar al-Islam like other Muslims. If it is not possible for him to do so, he must endure the conditions as they are.

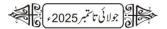
Now comes the ayah alluded to in the beginning of the surah in relation with the analogy of a compass.

#### Ayah 74

Those who believed, migrated, and struggled in the cause of Allah, and those who gave 'them' shelter and help

They are the true believers. They will have forgiveness and an honourable provision.

This ayah mentions both the Muhajirūn (emigrants) and the Ansār (supporters from Madinah) together, providing a glimpse into the second aspect of the definition of a genuine believer by highlighting the characteristics of true believers. We have previously encountered the first part or aspect of that definition in ayāt 2 and 3 of this surah. Before proceeding further, let us refresh our memory of the theme of these ayāt from the beginning of the surah.





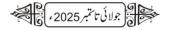


The essence of this discussion is that the foundation of Islam rests on five pillars (بين الإسْلامُ على خُسِر ــ), namely the testimony of faith (Shahadah), prayer (Salah), fasting (Sawm), pilgrimage (Hajj), and obligatory almsgiving (Zakat). These five pillars are essential for every Muslim; however, to be a true believer, two additional components must be incorporated, as indicated in ayah 15 of Surah Al-Hujurāt, according to which, "certitude of heart" must accompany the verbal affirmation of faith, and "jihad in the way of Allah" must be added to the acts of prayer, fasting, pilgrimage, and almsgiving. Only when these seven conditions are fully met can an individual rightfully be called a believer. The portrayal of a believer's character, as detailed in this surah's ayat 2 and 3, specifically emphasizes the importance of faith enriched by certainty. According to these ayat, the heart of a true believer is filled with unwavering faith, causing it to tremble at the remembrance of Allah. When such a believer recites or listens to Quranicayat, his faith increases. He places complete trust in Allah in all matters, establishes prayer, pays zakah, and spends his wealth in the way of Allah. With these attributes, the seal of ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ wealth in the way of Allah. (ayah 4) is affixed, completing one aspect or page of a believer's personality.

Now, the second page or aspect of a believer's personality has been presented in this ayah by including jihad in the way of Allah as an essential attribute of a believer's characteristics, and then the same seal has been affixed upon it: ﴿ الْمُوْمِثُونَ عَمَّا الْمُؤْمِثُونَ عَمَّا "They are the true believers." Thus, these two facets combine to complete the portrait of a believer's persona with the aforementioned seven characteristics or conditions. These two facets of a personality cannot be separated; they are like two pages that together form a single leaf. The personalities of the companions together form a single leaf. The personalities of the companions. However, as the Ummah declined, the characteristics of a believer's personality also became fragmented, so much so that today they exemplify the following couplet of Iqbal:

"The tulip, the narcissus, and the rose each took a part," Throughout the garden, my story lies in scattered art."

Today, the overall condition of Muslims is such that if some groups are devoted to the remembrance of Allah, they have no concern whatsoever







Al-Anfāl 10

with jihad and the philosophy behind it. On the other hand, if there are jihadist movements, they are utterly unfamiliar with spirituality. Therefore, to address the sufferings of the Ummah today, there is a dire need for such individuals of faith whose personalities exhibit both these colors together. Until such personalities of true believers with a balance of both aspects akin to that of the companions رضوان الله عليهم اجمعين, emerge, the deteriorated fate of the Muslim Ummah cannot be restored. Although it is impossible to produce characters like those of the companions رضوان الله today, we can still strive to reflect some of their qualities in our عليهم اجمعين personalities and attempt to balance both types of attributes within a single personality. For instance, if today one type of quality is 25% present in a personality and the other type is also around 25%, it is acceptable. But if, in someone, the spiritual quality is 70% but the zeal for jihad is zero, or the zeal for jihad is 80% but spirituality is nowhere to be found, such a personality will be ideologically unbalanced. Hence, both these aspects are indispensable for the completion of a believer's personality. There is an urgent need today to combine these qualities and balance them within a single personality.

#### **Ayah 75**

And those who later believed, migrated, and struggled alongside you, they are also with you.

They are part of your community, the Ummah and the Party of Allah.

But only blood relatives are now entitled to inherit from one another, as ordained by Allah.

This means that, according to the laws of the Shari'ah, blood relations are given precedence. For example, the laws of inheritance have been fashioned on the basis of blood relationships. Similarly, in all the rules and regulations of Shari'ah, blood relations hold a preferential status. Therefore, these legal preferences of blood relations should not be confused with the bonds of brotherhood and guardianship.

Surely Allah has (full) knowledge of everything.

